Bheshm Pitamha
By Sukhram Das 1911 G.K.V.

وہ میں ہوں جسے جو صد وصف کلی ہے
حصہ میں ازل سے مجھے شیر ندی ہے

1273

راج رشی بال برہمچاری

بھیشم پتامہا کا

جیون چتر

(بالتصویر)

مُصنّفہ
ٹھاکر سکھرام داس چوہان مصنف مکمل واقعات
مہابھارت - ہنومان جی کا جیون چتر وغیرہ
(پروپرائیٹر راجپوت گزٹ لاہور)

سنہ ۱۹۱۱ عیسوی

راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام ٹھاکر مدن گوپال سنگھ پرنٹر طبع ہوا

بار اول — تعداد جلد ۱۰۰۰ — قیمت فی جلد ...

راجپوت گزٹ لاہور

یہ اخبار ہفتہ وار بڑی آب و تاب سے صدر مقام پنجاب لاہور سے شایع ہوتا ہے۔ اس میں قومی۔ ملکی خبروں کا مجموعہ۔ تواریخی حالات کا فوٹو۔ صنعت و حرفت کا گنجینہ۔ معلومات کا ذخیرہ۔ مذاق کی پڑیا۔ شعر و سخن کا گلزار بھرپور نظر آئیگا۔ اگر اس کو آئینہ جہان کہا جائے تو بجا ہے وہ پھڑکتے ہوئے مضامین کہ جسکو دیکھکر دل پھڑک اُٹھے۔ راجپوت قوم کا اگر سچا خادم ہے تو یہی ہے۔ باوجود ان ساری خوبیوں کے قیمت کچھ بھی نہیں صرف عہ سالانہ اور پھر لطف یہ کہ موقع بموقع رعایتی اور انعامی کتب حاصلکرنے کا بھی موقع ہاتھ میں۔ جلد درخواست کریں ؛

منیجر راجپوت گزٹ لاہور

ڈیڈیکیشن

میں اس راجپوت قوم کے مایۂ ناز راج رشی بال برہمچاری

دیوبرت عرف بھیشم پتامہا کے جیون چرتر کو

نہایت ادب سے

انکی کُل بھوشن علمدوست ہونے کے لحاظ

سے

ہز حضور سری رانا ہیرا سنگھ صاحب بہادر والئے

ریاست دھامی ضلع شملہ جو ملک اور قوم کے سچے ہتیشی

اور گورنمنٹ انگلشیہ کے خیرخواہ ہیں

کے

نام نامی پر معنون کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

خاکسار ٹھاکر سکھرام داس چوہان پروپرائٹر
راجپوت گزٹ لاہور

مورخہ ۱۴- اکتوبر ۱۹۱۱ء

فہرست مضامین

باب چہاردہم راج رشی بال برہمچاری بھیشم تپامہ کے ویدیش

وجہ تصنیف

دنیا میں منش کو منشتا کا سبق سکھانے والوں کو۔ کہ انسان کو جامۂ انسانیت پہنانے کے لئے اگر کوئی زبردست سے زبردست اور آسان سے آسان تر طریقہ ہو سکتا ہے۔ یا ہے تو بس یہی کہ اُن بزرگوں کے کارناموں کا مطالعہ کیا جائے۔ یا اُن مہاں پرشوں کے پوتر جیون چرتر پر غور کی نگاہ ڈالی جائے۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد یہی سمجھا ہوا تھا۔ کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ راستی سے تجاوز نہ کریں گے عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ دینگے۔ اُپکار کے لئے اگر جان پر بھی آ بنے۔ تو بھی دریغ نہ کرینگے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شروع سے لیکر آج تک ہر مہذب ملک اور سوسائٹی نے اسی اصول کو اپنا رہبر بنا کر قابل تقلید مہا پرشوں کے جیون چرتر شائع کئے اور کر رہے ہیں۔ کیونکہ انسان کا خاصہ ہے۔ کہ جس قسم کا جیون اس کے سامنے رہے۔ اُسی کی [illegible] زندگی کا فوٹو خواہ اچھا ہو یا بُرا اُس کے دل پر عکس ڈالدیتا ہے۔ چنانچہ اسی نیم کو مد نظر رکھکر عین اُس وقت جبکہ بھارت ورش پر جہالت کی تاریک گھٹا چھا رہی تھی۔ اور اودیا روپی سمندر کی تلاطم خیز لہریں [illegible] کو ڈگمگا کر بے چین کر رہی تھیں۔ وام مارگیوں نے پراچین گرنتھوں میں من گھڑت اضافہ کر کے [illegible]

خاطر خواہ کامیابی حاصل کرلی - اور نئے گرنہتوں سے جو منترک رشی منیوں کے نام سے بنلائے گئے تھے - اپنے ہی داخلکردہ فرضی شلوکوں سے ارتھہ کرکے ہر ایک کے دل پر منقش کر دیا - کہ "پراستری گمن کوئی دوش نہیں ہے مدرا و مانس دیوتاؤں کا بھوگ ہے" وغیرہ وغیرہ - جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ ایک تھوڑے سے عرصہ میں وام مارگ مت کی زوردار لہر کسی نہ کسی صورت میں کم و بیش ہر گھر میں مروج ہو گئی - اور اس روشنی کے زمانہ میں غیر اقوام و غیر مذاہب ہمارے پوتر جیون رکھنے والے بزرگوں کو نظر حقارت سے دیکھنے لگے - تعلیم یافتہ نوجوان تو دریائے حیرت میں ڈوب گئے - مگر نفس پرست خود غرضوں کو ان گرنہتوں نے سپر کا کام دیا -

یہی وجہ تھی - کہ وام مارگ کے زمانہ کے بعد بھارت ورش کے دوراندیش - ودوان - اور شدھ چت براہمنوں نے ویدوں وغیرہ کے پڑھنے یا سننے کی ممانعت شودروں اور استریوں کے لئے کر دی تھی - کیونکہ اُن کو اندیشہ تھا - کہ کہیں شودروں اور استریوں میں تھوڑی عقل کی وجہ سے وید منتروں کے ارتھوں اور دیگر کتب کی عبارتوں کے غلط ترجمے سننے کے باعث خرابیاں پیدا نہ ہو جائیں - اکثر ہندو جاتیوں میں اُسی زمانہ سے یہہ خیال چلا آتا ہے - کہ شودروں اور استریوں کو وید یا کوئی اور کتاب پڑھنے کا ادھیکار نہیں ہے - ورنہ وید مقدس کا یہ حکم نہیں ہے - بلکہ وید مقدس تمام پُرانی ماتر کو اپنے پڑھنے اور پڑھانے کا ادھیکاری تبلاتے ہیں -

صرف وام مارگ متھ ہی نے ہماری پراچین کتب میں یہ خلط ملط نہیں کیا - بلکہ اس میں بودھوں اور جینیوں وغیرہ نے بھی

اپنے اپنے مت کے اصول داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔

غرض آج کل بہت سی دھارمک اور خصوصاً تاریخی کتب اس قابل نہیں ہیں۔ کہ ان کو ہم اپنی نوعمر نسلوں کے سامنے اس خیال سے پیش کر سکیں۔ کہ وہ ان کے مطالعہ سے بہترین سبق حاصل کریں۔ اس لیے ضرورت ہے۔ کہ ان کتابوں کے مخلوط واقعات کو کافی تحقیقات کے بعد نکال کر بالکل الگ کر دیا جائے۔ تاکہ صحیح واقعات باقی رہ جائیں۔ کہ جن کا مطالعہ واقعی ہر ایک فرد بشر کے لیے مفید ثابت ہو سکے۔

اسی ضرورت کو مدنظر رکھ کر میں نے سب سے پہلے ہنومان جی کا جیون چرتر لکھ کر واقعات اور دلایل اور خود والمیکی رامائن سے اس امر کو ثابت کر کے دکھلایا۔ کہ ہنومان جی بندر نہیں۔ بلکہ انسان تھے۔ اور ایک راجہ کے پتر اور بڑے ودوان بھی تھے۔ اور اسکے بعد مکمل واقعات مہابھارت کو تصنیف کیا۔ اس کے علاوہ "کیا دروپدی کے پانچ خاوند تھے؟" نام کی ایک کتاب قلمبند کر کے دلائل عقلی و نقلی اور واقعات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچایا۔ کہ دروپدی در اصل صرف ارجن ہی کی استری تھی اور اس کا تعلق ارجن کے دوسرے بھائیوں سے صرف اسی قدر تھا۔ کہ وہ اس کے جیٹھ اور دیور تھے۔

اور اسی اشد ضرورت کو محسوس کر کے میں نے راج رشی بال برہمچاری بھیشم پتامہ کا جیون چرتر قلمبند کیا ہے۔ تاکہ لوگوں کو اس لاثانی بہادر اور دھرماتما مہاپرش کے واقعات زندگی میں مطلق مغالطہ پیدا نہ ہو سکے۔ میں نے اس کتاب میں بدلائل صحیح اور ان امور پر بحث کی ہے کہ بھیشم پتامہ کی بزرگ ماتا کا نام گنگا تھا۔ وہ دریائے گنگا نہ تھی۔ جو ہردوار میں بہتی ہے۔ بھیشم پتامہ کی ماں تھی۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اور نہ ہی شر

رشی نے ملاح کی لڑکی ستیہ وتی سے ناجائز فعل کیا تھا۔ اور نہ ستیہ وتی کے بطن سے اس واقعہ کے بعد ویاس رشی پیدا ہوئے تھے۔ ویاس رشی دراصل پراشر آشرم کا ودیارتھی تھا۔ نہ کہ اس پراشر کا لڑکا۔ جو دواپر یگ کے مشہور رشیوں میں سے ایک رشی تھا۔

اسی طرح اس کتاب میں اور اکثر دیگر واقعات کو تاریکی سے روشنی میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ اس مختصر کتاب کے مطالعہ سے پبلک کی وہ غلط فہمی دور ہو جائے۔ جو موجودہ کتاب مہابھارت کے پڑھنے سے پیدا ہو سکتی ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ پبلک اس میری جانفشانی اور کوشش کو بنظر استحسان دیکھے گی ؎

آپ کا خادم

ٹھاکر سکھرام داس چوہان مالک راجپوت گزٹ

لاہور

اوم

باب اوّل

ہستناپور

اب سے تقریباً ۵۵۰۰ سال پہلے یعنی مہاراجہ یدھشٹر کی تخت نشینی سے دو سو سال پیشتر بھارت ورش میں ہستناپور[1] ایک نہایت زبردست چندربنسی سلطنت

۱؎ تاریخ مہابھارت سے واضح ہوتا ہے کہ اس شہر ہستناپور کو مہاراجہ ہستی نے جو مہاراجہ بھرت کی ساتویں پشت میں تھا آباد کیا۔ اور اسکا نام اپنے نام پر رکھا تھا۔ اُسوقت سے لیکر مہاراجہ دریودھن کے زمانے تک یہ چندربنسی حکومت کا پایہ تخت رہا ہے۔ یہ تحصیل موانہ ضلع میرٹھ سے ۲۱ میل کے فاصلے اور اُس سڑک پر واقعہ تھا۔ جو آجکل میرٹھ سے بجنور کو جاتی ہے اس سرزمین سے اب تک قدیم محلات شاہی کے بعض کھنڈرات نکل آتے ہیں۔ اس مقام پر سال میں دو بار میلہ لگتا ہے۔ ایک کارتک شدی پورنماشی کو اور دوسرا بیساکھ شدی چتی کو۔ میلے کے موقعہ پر ہزارہا یاتری آتے ہیں اور قدیم کھنڈرات کی پرکرما کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ میلہ کے ایام میں وہ زمین زیر کاشت ہوتی ہے اسلئے یاتریوں کو پرکرما کرتے ہوئے پانچ میل کا چکر کاٹنا پڑتا ہے ان کھنڈرات کے آس پاس آجکل دو قصبے آباد ہیں ایک کا نام موانہ اور دوسرے کا نام بہسوما ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موانہ کا اصلی نام موہنا تھا۔ اور یہ مقام شہر ہستناپور کا ایک دروازہ تھا۔ امتداد زمانہ کے باعث موہنہ کا موانہ ہو گیا ہے بیونا میں مہاراجہ یدھشٹر کا توشہ خانہ تھا ہستناپور کے کھنڈرات سے ۳ میل کے فاصلے پر ایک مقام [illegible] جو آجکل واقعہ ہے یہاں پر پہلے مہاراجہ یدھشٹر کی فوج رہا کرتی تھی۔ اس مقام پر مختلف اقسام کی جڑی بوٹیاں ملتی ہیں جو بہت سے امراض کے لئے نہایت سود مند ہیں۔ (مصنف)

کا پایہ تخت تھا۔ یہ شہر پرانی دہلی سے ۷۵ میل اور ہردوار سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر جانب دکن دریائے گنگا کے کنارے پر واقع تھا جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس زمانے میں راجدھانی ہستناپور پر کشتری کل بھوشن چندربنس کے سرتاج مہاراجہ شانتنو راج کر رہے تھے۔ تاریخ مہابھارت بتلاتی ہے کہ اس چکرورتی مہاراج کی حکومت نہایت باامن تھی۔ ملک سرسبز اور رعایا خوشحال صنعت و حرفت اور تجارت کی پوری ترقی۔ سب لوگ اپنے نت نیم پر ورتھ اور ویدک سدھانت کے انوبائی تھے گھر گھر منگلاچار ہوتا تھا۔ تمام ملک سورگ بھومی (بہشت) بنا ہوا تھا۔ بقول سے

بہشت آں جا کہ آزارے نہ باشد
کسے را با کسے کارے نہ باشد

انتظام مملکت اگرچہ بہت سادہ تھا لیکن ضروریات زمانہ کے بالکل مطابق اس وقت نہ کثیر التعداد پولیس کی ضرورت تھی اور نہ کئی طرح کے جداگانہ محکمات کی حاجت لیکن بایں ہمہ تمام نظم و نسق ایسا مکمل اور باقاعدہ تھا کہ نہ رعایا کو دربار سے کچھ شکایت اور نہ دربار کو رعایا کا کچھ شکوہ۔ گندم نما جو فروش سادھوؤں کا اس وقت نام و نشان نہ تھا۔ البتہ یوگی اور سنیاسی لوگ بہت تھے جن کا کام ہمیشہ ایشور بھگتی اور سنسار کا پر اپکار تھا۔ یہ لوگ پاٹ شالاؤں میں مفت تعلیم دیا کرتے تھے۔

شاہی دربار اگرچہ ہفتہ میں ایک بار ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس میں بجز رعایا کی بہتری و بہبودی کے اور کوئی معاملہ پیش نہ ہوتا تھا۔ یہ مختصر فوٹو پراچین آرین عظمت اور سادہ زندگی کا ہے۔

مہابھارت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب راجکمار شانتنو نے تحصیل علم سے فراغت حاصل کی۔ تو ان کے والد بزرگوار مہاراجہ پرتیپ نے انکو اپنا یوراج (ولیعہد) قرار دیا جسکے بہت ہی تھوڑے عرصہ بعد راجکمار شانتنو کا بیاہ ہمالہ وتی کی راجکماری گنگا

ہے یہ شخص ہمالہ پربت کے راجاؤں میں سے ایک تھا۔ اس کی دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا۔ لڑکیوں کا نام اوماں اور گنگا اور لڑکے کا نام مینا ک تھا۔ اوماں تو شیو جی سے بیاہی گئی تھی

کیساتھ ہوا۔ اُسکے بطن سے سات لڑکے پیدا ہوئے۔ مگر ان میں سے کسی کی زندگی نے وفا نہ کی وہ سب کے سب کمسنی ہی کی حالت میں پرلوک سدھار گئے۔ جب آٹھواں پیدا ہوا تو یہ ابھی شیر خواری ہی کی حالت میں تھا۔ کہ اُسکے سر سے پیاری ماتا کا سایہ اُٹھ گیا مہاراجہ شانتنو کی شمع شبستان گل ہو گئی۔ رنواس میں تاریکی چھا گئی اگرچہ خانہ خرابی کا صدمہ کچھ

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۱۱) اور گنگا مہاراجہ شانتنو کی مہارانی بنی۔ اگرچہ موجودہ مہابھارت میں توم ہے۔ کہ گنگا ندی عورت کی شکل تبدیل کر کے مہاراجہ شانتنو کے گھر آباد ہوئی لیکن یہ بات قدرت کے خلاف ہے کہ ایک ندی عورت کی شکل اختیار کرے۔ اگر ندیوں اور دریاؤں کو آتما رکھنے والا مان لیں تب تو ایسا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ طرح طرح کے جسم آتما ہی اپنے کرموں سے تبدیل کیا کرتا ہے۔ لیکن ندیوں یا دریاؤں میں چیتن شکتی نہیں رکھتے۔ اور چونکہ وہ جاندار نہیں اسلئے ان میں آتما نہیں ہے۔ لہذا ندی یا دریا کا کوئی جسم انسانی اختیار کرنا سراسر ناممکن اور وید ورُدھ ہے علاوہ ازیں گنگا ندی کے انسانی شکل میں نمودار ہونے کی بابت جو واقعہ مہابھارت میں لکھا ہے وہ بالکل خلاف عقل و قیاس ہے۔ موجودہ مہابھارت کا بیان ہے کہ

"راجہ مہابھکش جو اکشواک کے خاندان سے ایک عظیم الشان اور دھرماتما راجہ تھا جو راست گفتاری اور ایشور بھگتی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ گر افسوس اس کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ ایکسو اشومیدھ یگیہ کر لینے کے بعد اس دنیا سے چل بسا۔ اور قالب عنصری کو چھوڑ کر سورگ لوک میں جاگزین ہوا۔ ایک روز جبکہ یہ راجہ سورگ لوک میں برہما جی کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں اور بھی سورگباشی راجہ اور دیوتا لوگ سورگ کے بھوگ بھوگ رہے تھے ناگاہ وہاں گنگا ندی بشکل عورت نمودار ہوئی۔ ہوا کے جھونکے سے اسکا دامن الٹ گیا۔ اور زانو برہنہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ مگر راجہ مہابھکش برابر ٹکٹکی باندھے ہوئے اسکی طرف دیکھتا رہا۔ برہما جی اس کی اس ناشائستہ حرکت سے سخت ناراض ہوئے اور اسکو شراپ دیا۔ کہ "مرت لوک میں جا کر پیدا ہو"۔ راجہ مہابھکش نے بڑے وچار کے بعد فیصلہ کیا کہ میں مہاراجہ پرتیپ کے گھر جنم لوں۔ ادھر گنگا بھی مہابھکش کی محبت میں گرویدہ ہو کر سورگ سے چلی راستہ میں اُسکو وہ آٹھ بسو ملے جنکو وششٹ جی نے بددعا دی تھی اور اس خیال میں پھر رہے

کم نہیں تھا لیکن بہادر کشتری شانتنو نے نہایت استقلال کیساتھ صبر کیا اور راجکمار کی پرورش بڑے احتیاط سے شروع کر دی۔ جب اُسنے ذرا ہوش سنبھالا یعنے سات برس کا ہُوا تو مہاراجہ شانتنو نے اسکو اُس زمانے کے رواج کے مطابق وشسشٹ آشرم میں جو

دلنوٹ متعلقہ صفحہ ۱۱ ملاحظہ۔ کہ اب ہم کوکس کے گھر میں جنم لینا چاہئے۔ گنگا نے جب ان کا حال سُنا تو ان کی حالت پر رحم کھا کر کہا۔ کہ میں تمہاری خواہش کے مطابق راجہ پرتیپ کے لڑکے شانتنو کی استری بنونگی۔ تم آٹھوں بسو میرے گربھ اور اس کے ویریہ سے پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ"۔

چونکہ موجودہ مہابھارت کے یہ واقعات بیان کردہ بتلاتے ہیں۔ کہ راجہ مہابہکش نیک اعمال کی وجہ سے اس استھول شریر (جسم خاکی) کو چھوڑ کر سورگ باشی ہوا تھا۔ اسلئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب سے پہلے اس امر کی تحقیقات کیجائے۔ کہ سورگ کسکو کہتے ہیں۔

گیانی پرشوں نے دو طرح کے سورگ مانے ہیں۔ ایک تو یہی سنسار ان لوگوں کے لئے سورگ ہے جو تمام دنیاوی تفکرات وغیرہ سے نجات حاصل کر کے آنند پوروک اپنا جیون بسر کرتے ہیں دوسرا سورگ وہ ہے جو انسان کو تتو گیان حاصل ہونے کے بعد ملتا ہے اسیکا نام موکش اور مکتی ہے۔ یہ سورگ ایک غیر معمولی سورگ ہے۔ کیونکہ اس میں جیو آتما کو پرماتما کے درشن ہوتے ہیں۔ اور ایک کلپ تک وہاں آنند ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا اسکی نہیں ہے۔

مہابھارت کا بیان ہے۔ کہ راجہ مہابھکش نے مرنے کے بعد سورگ پایا تھا اسلئے اب یہ معاملہ زیر بحث ہے کہ وید اور شاستر وغیرہ ایسے سورگ کی بابت کیا کہتے ہیں اتھروید کانڈ ۵۔ انوواک ۱۔ منتر ۲ کا مطلب یہ ہے۔ کہ جیو آتما اس ستھول شریر کو چھوڑنے کے بعد اپنے کرمانوسار دوسرا شریر اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح شری کرشن بھگوان گیتا میں فرماتے ہیں کہ جیو آتما

٭ موجودہ مہابھارت سے واضح ہوتا ہے کہ دیوبرت کو تحصیل علم کے لئے وشسشٹ جی کے سپرد کیا گیا تھا۔ مگر یہ بات غلط ہے۔ وشسشٹ جی اس زمانے میں نہ تھے۔ جیسا کہ آگے چل کر ناظرین کو معلوم ہو جائیگا۔ اسلئے ہم نے وشسشٹ جی کی بجائے اس موقعہ پر وشسشٹ آشرم لکھا ہے کیونکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسی زمانہ میں بہت سی درسگاہیں رشیوں کے نام سے منسوب تھیں (مصنف)

گنگا جی کے متصل واقعہ تھا۔ ودیا گرہن کرنے کیلئے بھیجدیا۔ اس راجکمار کا نام تواریخ قدیم
میں دیوورت یا گانگیئی لکھا ہے جو بعد میں بھیشم کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ وہ شورویر
اور یودھا کشتری تھا جسکے نام پر ابھی تک بھارت ورش فخر کر رہا ہے اور ہمیشہ کرتا رہیگا +

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۱۲) اس ستھول شریر سے اسوقت نکلتا ہے جب دوسرا شریر اسکے لئے تیار
ہو جاتا ہے۔ جس طرح انسان میلے کپڑے اسوقت بدلتا ہے۔ جب نئے کپڑے اسکو میسر
ہو جاتے ہیں +

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آتما جسم چھوڑنے کے بعد ہی دوسرے جسم میں داخل ہو جاتا
ہے۔ لیکن مہا بھکش بموجب بیان موجودہ مہا بھارت کے جسم خاکی (ستھول شریر) کو چھوڑ کر
سورگ میں داخل ہوا ہے۔ اور سورگ میں آتما صرف آنند ہی آنند بھوگتا رہتا ہے اسلئے اس
سورگ کو موکش ہی کہا جائیگا۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مکتی پائے ہوئے آتما کی ویدوں
اور شاستروں وغیرہ میں کیا اوستھا بیان کی ہے +

رگوید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۲۔ ورگ ۱۔ منتر ۱۔ میں مذکور ہے کہ "موکش کو پراپت ہوئے
جیو نئے جیوؤں کو اپنے پاس نہایت آنند سے رکھتے ہیں اور وہ اپنے گیان سے ایک دوسرے
کے ساتھ نہایت پریم سے ملتے رہتے ہیں +

یجروید۔ ادھیائے ۳۲۔ منتر ۱۰ میں مذکور ہے۔ کہ "مکتی پائے ہوئے جیو پرمیشور میں آنند
پاتے ہیں اور نورِ علم سے منور ہوکر آزادی کے ساتھ سکھ میں رہتے ہیں" +

نیائے درشن۔ ادھیائے ۱۔ آہنک ۱۔ سوتر ۲ میں مذکور ہے۔ کہ
"مکتی پائے ہوئے جیو سب دکھوں سے چھوٹ کر پرماتما کا قرب حاصل کرتے ہیں" +

ویدانت درشن۔ ادھیائے ۴۔ پاد ۴۔ سوتر ۱۰۔ جیو مکتی کے اندر شدہ من کیساتھ
ایشور کے پرم آنند کو پراپت ہوتا ہے۔ اور کرم اندریاں وغیرہ کوئی شے ساتھ نہیں رہتی" +
ویاس رشی مصنف ویدانت درشن کہتے ہیں۔ کہ مکتی کے اندر جیو پاک طاقتوں والا بنا رہتا ہے
اور گندے گناہ آلودہ خیالات اس سے الگ رہتے ہیں۔ (دیکھو ویدانت سوتر ۴/۴/۱۲)

سانکھیہ درشن ادھیائے ۶۔ سوتر ۱۰۔ مکتی اوستھا میں آتما نرگن رہتا ہے سنسار کے دکھ میں

مہابھارت سے واضح ہوتا ہے کہ دیوبرت ابھی سن بلوغ کو پورے طور پر نہ پہنچا تھا کہ اُس
نے جملہ علوم و فنون میں کمال حاصل کر لیا۔ اس کی اس غیر معمولی ذہانت پر بڑے
بڑے وِدوان پُرش حیران تھے۔ اتفاقاً ایک روز مہاراجہ شانتنو کا گذر گنگا جی کے

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۱۳) کو لک سکھ آتما کو بار با پہونچانے میں مکتی اوستھا میں آتما نرگن رہتا
ہے۔ سنسارک پرکرتی کے سنگ سے رہت یعنی جسم خاکی (ستھول شریر) سے علیحدہ رہتا ہے۔"

کٹھ اونپشد۔ ادھیائے ۱۔ واک ۶۔ "مکت جیو میں پانچوں گیان اندریاں مع من کے پاکیزہ
حالت میں رہتی ہیں۔ اور عقل مستقیم الیقین ہوتی ہے۔"

شت پتھ براہمن کانڈ ۱۴۔ ا۔ "ستھول شریر یا آلات احساس جیو کے ساتھ مکتی میں نہیں
رہتے۔ بلکہ صرف آتما کی طبعی پاکیزہ صفات قائم رہتی ہیں۔"

ان مندرجہ صدر حوالہ جات میں جو لفظ آنند کا بار بار آیا ہے۔ اس آنند سے مراد کسی
نفس پرستی سے نہیں۔ بلکہ یہ آنند مکتی پائے ہوئے جیو کی اعلیٰ ترین اور پاکیزہ خواہشات
کا نام ہے۔ یعنے مکت شدھ جیو ایشور کے رموز قدرت سے واقفیت حاصل کرتا ہے اور مکت
شدھ جیوں سے ملتا ہے۔ اور ایشور کے درشن کرتا ہے۔ اس سے بڑھکر اور آنند کیا
ہوسکتا ہے۔

غرض ویدوں۔ شاستروں اونپشدوں کے ان بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ مکتی پائے
ہوئے جیو تمام شریروں (جسموں) سے الگ رہتے ہیں۔ البتہ صرف آتما کی طبعی صفات
ساتھ رہتی ہے۔ ان طبعی صفات کا نام سوبھاوک شریر ہے۔ اور گیان کی تمام پاکیزہ طاقتیں
قائم رہتی ہیں۔ انہی سے جیو مکتی کے مہان آنند کی لطف حاصلکرتا ہے۔ اس لئے یہ
بیان بالکل غلط ہے۔ کہ سورگ (موکش) کی اس مجلس میں جہاں برہما اور راجہ مہابھکش
وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں پر گنگا ندی کا ستھول شریر کے ساتھ پہنچنا بالکل ناممکن ہے۔
اگر یہ کہا جائے۔ کہ گنگا ندی ہی مکتی پا کر اسی سوبھاوک شریر میں وہاں پہنچ گئی تھی۔ تو یہ
بات بھی سراسر غلط ہے۔ کیونکہ موجودہ مہابھارت کا بیان ہے۔ کہ گنگا کا کپڑا ہوا سے اڑ
کر اس کا زانو برہنہ ہوگیا تھا۔" کپڑے کی ستھول شریر کے لئے ضرورت رہتی ہے نہ کہ سوکھشم

اُس کنارے پر ہوا۔ جہاں کہ فن حرب کا ایک عجیب منظر پیش نظر تھا یعنے پانی کا بہاؤ نیزوں کی مسلسل بوچھاڑ سے جو ایکطرف سے آرہے تھے ۔ ایسا رکا ہوا تھا۔ کہ گویا کسی نے باندھ دیا ہے شانتنو فنون حرب کا یہ کمال دیکھکر حیران رہ گیا اور جب اسطرف نگاہ کی تو اس کو ایک خوبصورت

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۱۴) اور سوبھاوک شریروں کے لیے ۔ علاوہ ازیں آتما نہ بالذات خود مذکر ہے نہ مؤنث ۔ بلکہ یہ جیسے ستھول شریر میں جاتا ہے ۔ اس کو ویسا ہی کہا جاتا ہے ۔ چونکہ سورگ (مکتی) میں ستھول شریر ہی نہیں رہتا ۔ اسلئے وہاں پر کسی آتما کی نسبت یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ یہ مرد ہے اور یہ عورت ہے ۔ لہٰذا اس بیان کو یہ دلائل سراسر خلاف اور غلط ثابت کرتے ہیں ۔ اگر کوئی یہ کہے ۔ کہ اگرچہ ستھول شریر والا سوکھشم شریر والے کو نہیں دیکھ سکتا لیکن سوکھشم شریر والا ستھول شریر والے کو دیکھ سکتا ہے ۔ اور اسلئے مہابھکش وغیرہ نے گنگا کو دیکھ لیا ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مہابھارت کا یہ بھی بیان ہے ۔ کہ گنگا بھی مہابھکش کو دیکھ کر اسکی محبت میں بیقرار ہوگئی تھی ۔ اور یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ ستھول شریر والا سوکھشم شریر والے کو نہیں دیکھ سکتا ۔ جس طرح ہوا کو کوئی آدمی نہیں دیکھ سکتا ہے اور سورگ یعنے مکتی کی حالت میں تو سوکھشم شریر (جسم لطیف) ہی نہیں رہتا ۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ نہایت لطیف سوبھاوک شریر رہتا ہے ۔ اس کا دیکھنا ستھول شریر والے کے لئے اور بھی ناممکن ہے +

علاوہ ازیں راجہ مہابھکش نے مرت لوک (کرۂ زمین) میں جو انسان کیلئے آزمائش اور اچھے بُرے کرنے کا مقام ہے ۔ نہایت پاکیزہ زندگی بسر کی ۔ اور اسی کی بدولت آخر کار وہ مرنے کے بعد سورگ (مکت دہام) میں پہنچا ۔ پھر حیرانی ہے ۔ کہ وہاں اس کے دل میں گنگا کو دیکھ کر بد خیال کس طرح پیدا ہوگئے ۔ اگر اس کو بھی تھوڑی دیر کے لئے بالفرض مان لیں کیونکہ من چنچل ہوتا ہے ۔ ممکن ہے کہ راجہ مہابھکش کا من وہاں پر بیقرار ہوگیا ہو تو وید اور شاستروں وغیرہ کا بیان اس بات کو بھی غلط ثابت کرتا ہے ۔ کیونکہ ان کے مطابق مکتی میں من شدھ حالت میں رہتا ہے ۔ ماسوائے مکتی کی حالت میں جب راجہ مہابھکش اعضائے جسمانی ہی سے محروم تھا ۔ جس کو استری کے بھوگ کی خواہش رہتی ہے ۔ پھر وہ کس

نوخیز پیاری شکل دکھائی دی جسکو دیکھتے ہی اسکے ہاتھونکے طوطے اڑ گئے اور اُس سے ہمکلام ہونیکے
اشتیاق نے اسکے رُوکے ہوئے قدم کو آگے بڑھایا مگر افسوس نہ جانے شرم سے یا کیا سوچکر وہ نوجوان
جلد جلد قدم اُٹھا ایک سمت کو چلدیا اور تہوڑی ہی دیر میں نظروں سے غائب ہو گیا۔ ادہر مشتاق دل

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۱۵) وجہ اور کونسی طاقت اور کونسے شریر کی وجہ سے گنگا کو دیکھکر
بیقرار ہو گیا۔ لہذا یہ واقعہ بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔ اگر بالفرض یہ بہی مان لیا جائے۔ اور
ویدوں اور شاستروں کو بہی بالائے طاق رکہہ دیا جائے۔ جو یہ پکار پکار کر کہتے ہیں کہ مکتی کی
حالت میں جیو آتما کے اندر صرف پاکیزہ خواہشات رہتی ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا
ہے۔ تو بہر یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جس حالت میں گنگا ستھول شریر کئے ہوئے تہی۔ اس نے
کس طرح معلوم کر لیا۔ کہ مہابھکش اس کو محبت بہری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ ستھول
شریر والا سوکشم شریر والے کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ برعکس اس کے مہابھارت سے
ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مہابھکش کو غمگین اور افسردہ خاطر دیکھ کر گنگا سے بہی نہ رہا گیا اور اس
کی محبت میں بیقرار ہو کر وہاں سے چل پڑی۔ اگر معترض یہ کہیں۔ کہ گنگا ایک غیر معمولی
عورت ہونے کی وجہ سے پرماتما کی جانب سے خاص طور پر دائیہ ہوتی تہی۔ جس طرح یوگ کا
ابھیاس کے ذریعے سے یوگی پُرش اس پرم جوتی پرماتما کا درشن کر لیتے ہیں اور لطیف سے
لطیف چیز کی اصلیت کو دریافت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح گنگا نے بہی باوجود ستھول شریر دہارن
کرنے کے راجہ مہابھکش کو دیکھ لیا۔ اور اس کے دلی ارادوں کو معلوم کر لیا ہوگا۔ لیکن یہ
اعتراض ہی غلط ہے۔ کیونکہ جن یوگی پرشوں کو یہ کمال حاصل ہوتا ہے۔ کہ وہ یوگ کا بھیاس
(سمادھی) کی حالت میں لطیف سے لطیف چیز دیکھ سکتے ہیں۔ اور پرماتما کے درشن کر سکتے ہیں
ان کی کرم اندریاں بالکل بیکار ہو جاتی ہیں۔ ان کے اندر صرف پاکیزہ طاقتیں ہی موجود رہتی
ہیں۔ ان کو کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ اور اہنکار سے کسی طرح کا تعلق نہیں رہتا۔ لیکن مہابھارت
کا واقعہ تبلاتا ہے۔ کہ گنگا کے خیالات پاکیزہ نہ تہے۔ کیونکہ اسکا راجہ مہابھکش کی محبت میں
سورگ کو چھوڑ کر مرتیو لوک آنے کے لیئے مستعد ہونا اور ریاستہ میں آٹھ بسوؤں سے اقرار کرنا کہ
میں تم کو اپنے بطن اور شانتنو کے ویریہ سے پیدا کروں گی۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ

مہاراجہ شانتنو بھی نہ رہ سکا۔ اور اسکے تعاقب میں آگے بڑھا۔ اور وشسٹ آشرم میں پہنچا تو اسکو معلوم ہوا کہ وہ تیر چلانیوالا نوجوان میرا ہی لخت جگر دیوبرت ہے۔ یہ معلوم ہونے پر اُسوقت جسقدر خوشی مہاراجہ شانتنو کو ہوئی۔ اسکا اندازہ وہی شخص اچھی طرح لگا سکتا ہے جسکو ایسی لائق

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۱۶) گنگا کے دل میں نفسانی خواہشات موجود نہیں جنکا مکتی (سورگ) کی حالت میں رہنا بالکل ناممکن ہے۔ اور علاوہ ازیں مکت شدہ جیو مکتی جیسے ایک کلپ کے مہاں انند کے لطف کو چھوڑ کر کس طرح اس مرت لوک (کرۂ زمین) پر آنا پسند کر سکتا ہے؟ گویا گنگا کو لوگیوں میں بھی شمار نہیں کیا جا سکتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ گنگا کا اس وقت تک بیاہ نہیں ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہو۔ کہ وہ مہا بھکش کو اپنا پتی منتخب کرے اور اسی خیال کو مدنظر رکھ کر اس نے مرت لوک میں آنا منظور کیا ہو۔ مگر یہ بات بھی تب تسلیم کی جا سکتی ہے۔ کہ جب حسب ذیل واقعات اس کی تائید کریں۔

اول۔ اس کے ماننے میں تو کسیکو عذر ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ گنگا سورگ سے محض مہا بھکش یا شانتنو کے اشتیاقِ محبت میں مرت لوک کے اندر آئی تھی لیکن بخلاف اس کے جسوقت اس نے گنگا کے کنارے پر مہاراجہ پرتیپ (والد مہاراجہ شانتنو) کو دیکھا۔ تو وہ اُسی پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کی بابت مہابھارت صفحہ ۵۱۶۔ ادھیائے ۹۷ میں مرقوم ہے۔ کہ "مہاراجہ پرتیپ گنگا کے کنارے پر بیٹھا ہوا تپسیا کر رہا تھا۔ ناگاہ گنگا جی سے ایک نہایت روپ وتی کنیا نکلکر آئی اور اس کے دائیں زانو پر بیٹھ گئی۔ راج رشی پرتیپ نے کہا۔ اے کلیانی تمہارا کیا پریہ کاریہ کروں"۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ اے مہاراج! میں تمہاری کامنا کر کے آئی ہوں۔ میری کامنا پورن کرو۔ مہاتما لوگ اچھیاونتی (خواہشمند) استری کا تیاگ دینا پاپ سمجھتے ہیں۔ راج رشی پرتیپ نے کہا۔ کہ سُندری! میرا دھرم یکت برت یہ ہے۔ کہ میں کام وش پرائی استری یا دوسرے ورن کی استری سے نہیں ملتا ہوں گنگا نے کہا۔ کہ مہاراج! میں کولکشنا (بد اطوار) نہیں ہوں۔ پھر آپ کیوں پرہیز

اور ہونہار سنتان نصیب ہونے کا فخر حاصل ہوا ہو۔ مہاراجہ شانتنو مارے خوشی کے جامے میں پھولا نہ سماتا تھا۔ اس کے دل کی کلی کلی کھل رہی تھی۔ اور اس کی بے اندازہ خوشی بھی بجا تھی۔ کیونکہ دلیو برت کا گرو کہتا تھا۔ کہ " وید اور

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) کرتے ہیں۔ میں التجا کرتی ہوں۔ کہ آپ میری تمنا پوری کریں مہاراجہ پرتیب نے جواب دیا۔ کہ جس کام کی تم مجھ سے خواہش رکھتی ہو۔ میں اس کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اور اگر میں ایسا کروں۔ تو یہ مہاں پاپ مجھ کو تباہ کر ڈالے گا۔ زیادہ تر میرے خوف کا یہ سبب ہے۔ کہ تم میرے دائیں زانو پر آکر بیٹھی ہو۔ سے سندری! دائیں زانو پر بیٹھنے کا ادھیکار بہو اور لڑکی کو ہے۔ اس لئے اب تم میرے بیٹے کی بیوی ہونے کے قابل ہو ٭

راج رشی پرتیب کا یہ خشک جواب سنکر گنگا نے مجبور ہو کر اس کے لڑکے شانتنو کی بیوی بننا سویکار کیا ٭

ان مذکورہ الصدر واقعات کو دیکھ کر صرف ہم ہی نہیں۔ بلکہ ہر ایک سمجھدار آدمی کو یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی۔ کہ اس قسم کے خیالات والی عورت کبھی پاک دامن اور باعصمت عورت خیال نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ وہ اُن پوتر آتما دیویوں میں سے سمجھی جا سکتی ہے۔ جنہوں نے تمام دینی و دنیاوی خواہشات کو لات مار کر صرف اپنے ہی پتی کی سیوا کو سب سے ضروری اور افضل سمجھا ہوا ہے۔ اور غیر مرد کی طرف آنکھیں اُٹھا کر دیکھنا تو درکنار دل میں ایسا خیال لانا بھی گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ برخلاف اس کے گنگا راجہ مہا بھکش کی محبت میں ایسی دیوانی ہوئی۔ کہ سورگ کو چھوڑ کر مرت لوک میں آئی۔ اور یہاں آکر وہ اس کا بھی خیال چھوڑ کر مہاراجہ پرتیب پر ہی فریفتہ ہو گئی ٭

یہ واقعہ خود تبلا رہا ہے۔ کہ اب اس پر زیادہ بحث اور وچار کی ضرورت نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک من گھڑت کہانی ہے۔ ورنہ دراصل تو یہ بات کہ گنگا مہاراجہ ہمالہ کی راجکماری تھی۔ جو کہ کوہ ہمالہ کے راجاؤں میں سے ایک تھا۔ اور جس کی دوسری بہن اوما تھی اور جو ستی کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کی شادی شیوجی سے ہوئی تھی ٭
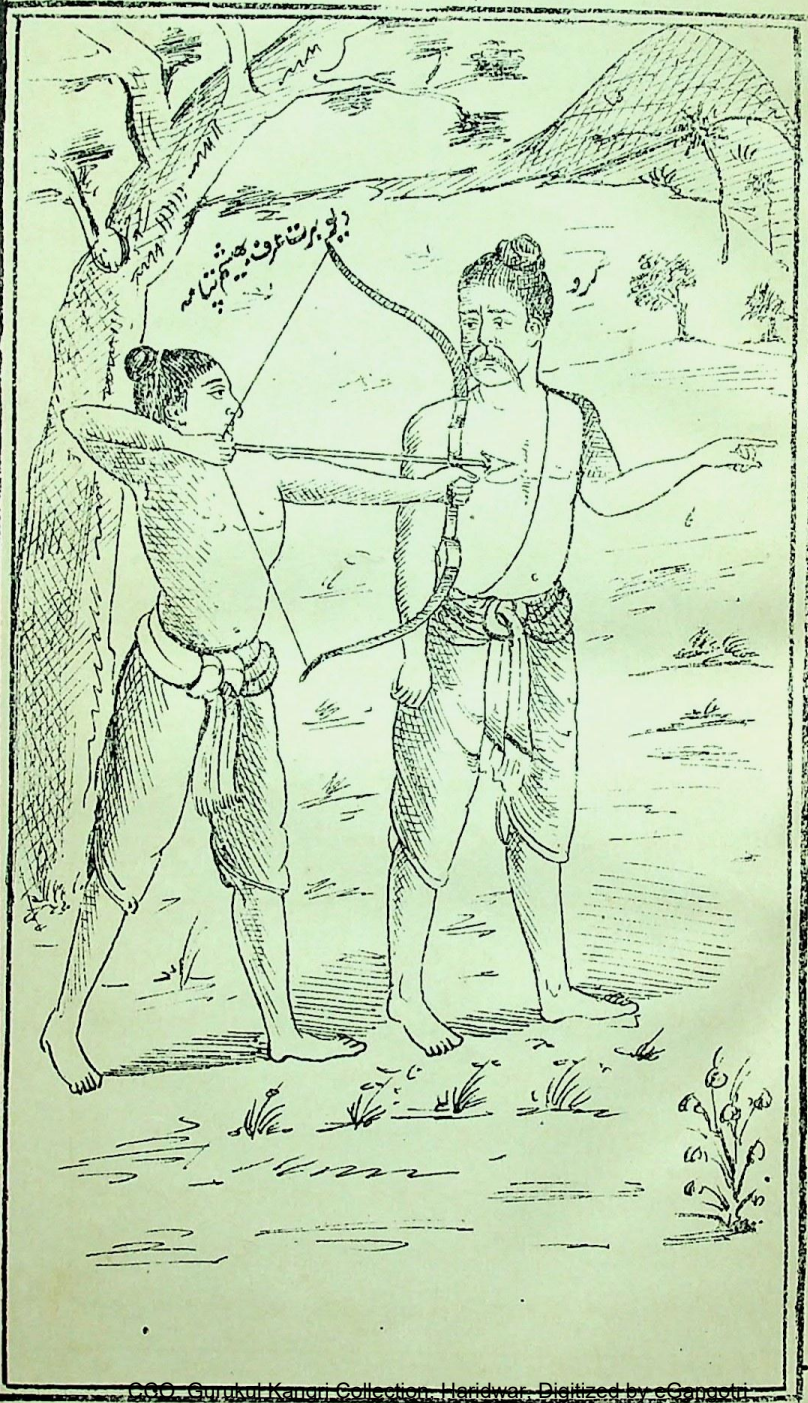
(متعلقہ صفحہ ۱۹)

وید انگوں کا گیان گستا ستر و دہرم اور راج نیتی کے اصول اسکو دشست کی طرح ورد زبان ہیں۔ اور اس کا آتنک بل رشی سنت کمار سے کم نہیں ہے اگر فنون حرب کے کمالات برہسپتی دیکھ جائے۔ تو فوراً اس کے آگے اپنی گردن جُھکاوے۔ اخلاقی حیثیت سے بھی یہ مارکنڈے رشی سے کم نہیں۔
یہ الفاظ تھے جو دیوبرت کی تعریف میں سنے جاتے تھے۔ جن کو سن کر مہاراجہ شانتنو کی خوشی دو چند ہو رہی تھی۔ اور ان اوصاف کے تسلیم کرنے میں بھی کسیکو عذر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ یہ سب کچھ اس کے لڑکپن کی مکمل اور مفید تعلیم ہی کا نتیجہ ہے کہ آج تقریباً ۵ ہزار سال گذرنے پر بھی اُس کا نام بھارت ورش کے تاریخی آسمان پر چاند اور سورج کی طرح چمک رہا ہے ٭
الغرض مہاراجہ شانتنو اپنے لایق اور ہونہار پتر کو گوروکل سے ہمراہ لے کر راجدھانی میں واپس آیا +

باب دوم

مہاراجہ شانتنو

مہاراجہ شانتنو اپنے زمانے کا باکمال دور اندیش اور روشن ضمیر حکمران گذرا ہے وہ اپنی عقل و دانائی اور مدبری میں اپنا نظیر آپ ہی تھا۔ اس نے طمع نفسانی اور نفس امارہ پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ باوجود ایک عظیم الشان اور زبردست مہاراجہ ہونے کے اس کی زندگی کا زیادہ حصہ ایشور بھگتی اور خلقت کی بہتری و بہبودی ہی میں صرف ہوا تھا۔ فنون حرب میں اس کو ایسی دسترس حاصل تھی۔ کہ میدان جنگ میں بڑے بڑے بہادروں اور جنگجو جوانوں کے اس کے سامنے آتے ہی حوصلے

پست ہوتے تھے۔ اُس کے ان جملہ کمالات ہی کا یہ باعث تھا کہ بڑے بڑے
راجہ مہاراجہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے پر فخر کرتے اور اس کے آگے
سر جھکاتے اور اس کو اپنا پشت پناہ سمجھتے تھے ۔

جب دیو برت کو پاٹ شالا سے گھر آئے ہوئے چار سال ہو چکے اور وہ کاروبار
سلطنت سے پورے طور پر واقف ہو گیا۔ تو مہاراجہ شانتنو نے عنان حکومت اُس
کے سپرد کر کے خود ایشور بھگتی کے لئے گوشہ نشینی اختیار کرلی ۔

ایک روز مہاراجہ شانتنو اپنے منتری (وزیر) کے ساتھ جمنا کے کنارے سیر کرتا ہوا
جار ہا تھا کہ دوران گفتگو میں وزیر نے مؤدبانہ عرض کی۔ کہ مہاراج! کیا مجھ کو اجازت
ہے۔ کہ میں آپکی سیوا میں یہ پرارتھنا کروں۔ کہ آپکا ارادہ پنر لوورہ کرنے کا ہے یا نہیں
مہاراج نے جوابدیا۔ کہ دنیاوی خواہشات کا میدان اسقدر وسیع ہے کہ اگر انسان
کروڑوں سال ہی زندہ رہے۔ تب بھی اسکو پورے طور پر طے نہیں کرسکتا۔ نہایت تعجب تو
اسبات کا ہے کہ شخص بھلی بھانت جانتا ہے کہ زندگی کا پیمانہ روز بروز بھرتا جارہا ہے۔ اور نہ معلوم کس
وقت لبریز ہو کر چھلک جائے۔ اور موت کا پیغام آ پہنچے۔ لیکن لوبھ اور موہ کے
جال میں ایسا پھنسا ہوا ہے۔ کہ اسکو کچھ اچھا بُرا نظر ہی نہیں آتا۔ اسلئے میں
نہیں چاہتا۔ کہ دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو ان باتوں میں مبتلا کروں۔ خصوصاً جبکہ
راجکمار دیو برت جیسا لائق لڑکا موجود ہے۔

وزیر نے کہا۔ بیشک آپ کا ارشاد بجا و درست ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔
لیکن تاہم اسقدر عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ جو خیال مہاراج کے دل میں
جاگزین ہوا ہے۔ وہ کسیقدر قابل ترمیم ضرور ہے۔ کیونکہ یہ خیال محض آتمک بل
رکھنے والے شخص کے لئے تو درست ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ جیسے نیک و بد
سوچنے والے اور آتمک بل رکھنے والے فرمانروا کے لئے زیبا نہیں۔ راجن!
زمانہ کی رفتار ہمیشہ یکساں نہیں رہا کرتی۔ دنیا بدلنے والی حالتوں کا مجموعہ ہے۔
ایشور نہ کرے۔ اگر راجکمار دیو برت کو کوئی ناگہانی حادثہ پیش آجائے۔ تو پھر آپ

خیال فرمائیں۔ کہ نظام مملکت کسقدر درہم برہم ہو جائیگا۔ اور ایسی حالت میں
خاندان کے گم ہو جانیکا بھی اندیشہ ہے۔ کیونکہ آپ کے خاندان
اور سلطنت کا دارومدار اب صرف اسی کی زندگی پر منحصر ہے۔ جیسا کہ میں پہلے
عرض کر چکا ہوں۔ زمانہ کسیکا ساتھ نہیں دیتا۔ بلکہ ہر وقت طرح طرح کے انقلاب
کرنے اور دکھوں کے دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اسی وجہ سے عقلمندوں نے
والیان ملک کو خاص طور پر تاکید کی ہے۔ کہ وہ اپنے خاندان کی دل و جان سے
حفاظت اور نسل کی قائمی کے لئے پوری کوشش کریں۔ تاکہ وارث تاج و تخت پر اگر
کوئی ناگہانی آفت بھی آ جائے۔ تو دوسرا راجکمار اُس کا قائممقام ہو سکے۔ اور
اس طرح خاندانی سلسلہ برابر چلا جائے۔ اور سلطنت کے انتظامات میں کسی طرح
کا خلل واقع نہ ہو۔ اور رعایا بھی ان تکالیف سے محفوظ رہے۔ جو انقلابات سلطنت
سے لازمی طور پر آیا کرتے ہیں ۔

اس کے جواب میں مہاراجہ شانتنو نے فرمایا۔

مہاراج۔ اے لائق اور خیرخواہ منتری! تمہارا کہنا سب درست ہے میں اس
سے اتفاق کرتا ہوں۔ مگر افسوس ہے کہ میرا دل[1] ایسا کرنے کی مجھکو اجازت نہیں
دیتا ۔

[1] جن لوگوں نے موجودہ مہابھارت کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ وہ یہ ضرور کہیں گے
کہ ہم نے مبالغہ سے کام لے کر اصل واقعات کو کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ کیونکہ مہابھارت میں
صاف لکھا ہے کہ مہاراجہ شانتنو خود یہ شادی کرنے پر رضامند تھا۔ اور اس کو خواہش تھی۔
کہ میری شادی ہو جائے۔ چنانچہ یہ شادی اُسی کی کوشش سے ہوئی تھی۔ لیکن پیارے
ناظرین یہ بات بالکل غلط ہے۔ مہاراجہ شانتنو ہرگز ہرگز اپنی شادی کا خواہشمند نہ تھا کیونکہ
وہ ان دنیاوی جھگڑوں سے دور بھاگتا تھا۔ چنانچہ مہابھارت آدپرب صفحہ ۱۴۰ پر صاف لکھا
ہے۔ کہ
" مہاراجہ شانتنو کشتری فرمانروا اعلےٰ درجے کا دور اندیش اور محتاط تھا۔ وہ تمام نفسانی

منتری۔ راجن! آپ کا یہ خیال کسیقدر سوچنے کا محتاج ہے۔ میری پرارتھنا پر دوبارہ وچار کیا جائے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ۔اور نہ ایسا کرنے سے آپ کی نیک نامی پر کسی طرح کا حرف آسکتا ہے۔ کون شخص ہے جو یہ نہ جانتا ہوگا کہ ایک پُتر کا پتا نپوتا کہلاتا ہے۔ یعنے اکلوتے بیٹے کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ کس وقت کال چکر اُس کو پتا کی آنکھوں سے ہمیشہ کے لئے دور کردے ٭

مہاراج۔ تمہارا کہنا ممکن ہے کسی حد تک درست ہو۔ لیکن میرا من مجھ کو پُتر بواہ کی اجازت نہیں دیتا ٭

منتری۔ مہاراج! پرجا کا کوئی ہی شخص ایسا نہ ہوگا جو یہ جانتا ہو۔ اور غالباً آپ بھی جانتے ہونگے۔ کہ دیوبرت ایک جوشیلا راجکمار ہے۔ وہ رزم کو ہمیشہ بزم خیال کرتا ہے۔ اُس کے دل میں ہر وقت جنگجوئی کا جوش لہریں مار تا رہتا ہے۔ ان باتوں پر وچار کرتے ہوئے اس امر سے کون انکار کرسکتا ہے۔ کہ اس کی جان ہر وقت خطرہ میں نہیں ہے۔ پرماتما نہ کرے۔ کہ وہ دن آپ کو دیکھنا نصیب ہو۔ لیکن انسانی فرض یہی ہے۔ کہ اس بات کا حفظ ماتقدم کیا جائے۔ شرمیان! میں سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ آپکا انکار درست نہیں۔ آپ پھر وچار کریں ٭

مہاراج۔ (کچھ دیر سوچنے کے بعد) ہاں! درست ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے!! بیشک آپ کا خیال کسیقدر راستی پر ہے!!!

منتری۔ مہاراج شانتنو کو اپنی رائے سے متفق پاتے ہی سوچ میں پڑ گیا اور بعد بڑے غور و خوض کے کہنے لگا "مہاراج اگر یہ رشتہ ہوجائے تو اتی اوتم ہے"۔

مہاراج۔ (حیرانگی سے اس کے منہ کی طرف دیکھ کر) وہ کونسا؟

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۲) خواہشات پر قابو پاچکا تھا" اس عبارت کی موجودگی میں کیونکر ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ جو شخص نفسانی خواہشات پر قابو پاچکا ہو۔ اس کو اپنی شادی کی دھن لگی ہوئی ہو۔ لہذا یہ بیان بالکل غلط ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے۔ کہ وزیر نے اس کو شادی کے لئے آمادہ کیا تھا۔

منتری —— یہاں سے قریب ہی ایک ملاح[1] کی لڑکی رہتی ہے۔ اگرچہ وہ کشتری بنس کی نہیں ہے۔ لیکن فی زمانہ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں میں

۱۔ موجودہ تاریخ مہابھارت میں مذکور ہے۔ کہ "اس لڑکی کا نام سینہ وتی تھا پہلے اس کے جسم سے مچھلی کی بدبو اس قدر آتی تھی۔ کہ چار چار کوس تک عفونت پھیل جاتی تھی۔ لیکن جب سے اس کا سماگم پراشر رشی سے ہوا۔ تب سے بجائے بدبو کے اس کے جسم سے خوشبو نکلکر چار چار کوس تک پھیل رہی ہے"۔ اگرچہ یہ بیان سراسر ناممکن ہے کیونکہ چار چار کوس تک خوشبو یا بدبو کا پہنچنا سراسر غلط اور قانون قدرت کے خلاف ہے تاہم ان تمام دلائل کو بھی بالائے طاق رکھ کر ہم اس واقعہ کو صحیح ماننے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ پراشر اور سینہ وتی کے واقعہ کو تاریخی واقعات درست ثابت کرسکیں۔ مہابھارت سے واضح ہوتا ہے۔ کہ پراشر رشی نے سینہ وتی کے ساتھ سماگم (ہم بستری کیا۔ مگر یہ کچھ مشکوک سا معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے ہم تاریخی واقعات کی بنا پر یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ پراشر رشی کب گذرے ہیں ؎

جسوقت ہم وشنو پران کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہم کو اس امر کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ کہ پراشر رشی نہایت قدیم زمانے کے رشیوں میں سے تھے۔ (دیکھو وشنو پران ادھیائے اول شلوک ۲) ؎

یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے پولست رشی سے تعلیم پائی تھی۔ اور کپل رشی کی بھی شاگردی کی تھی۔ وشنو پران میں بڑے وضاحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ کہ پراشر رشی بڑا تپسوی دھرماتما۔ اور دھرم ادھرم کا جاننے والا تھا۔ پراشر سمرتی اسی کی دماغی قابلیت کا نتیجہ ہے۔ نرکت میں تو لکھا ہے۔ کہ یہ وسشٹ کا لڑکا تھا۔ مگر وشنو پران اور مہابھارت میں اسکو سکتری کا لڑکا اور وسشٹ کا پوتا بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پراشر رشی نے پولست رشی سے تعلیم پائی۔ اور کپل رشی کی بھی شاگردی کی۔ اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس امر کی تحقیقات کی جائے۔ کہ یہ ہردو مہاتما

بے نظیر اور علم و ہنر کے زیور سے آراستہ ہے۔ اگرچہ اس کے اوصاف حمیدہ کی شہرت
دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن خاص کر اس گرد و نواح میں تو اس کا گھر گھر

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۳) رشی کس زمانے میں ہوئے ہیں۔ اس خیال کو مدنظر رکھ کر
جب ہم رامائن وغیرہ کتب تواریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ
پولست رشی راون والئے لنکا کا دادا تھا۔ اور یہ بات تو عام طور پر ظاہر ہے کہ راون
مہاراجہ رام چندر جی کا ہمعصر تھا۔ جنکے زمانے کو اب تک ۸۶۹۲۱۲ سال ہوتے ہیں
اور مہرشی کپل وہ ہیں۔ جنہوں نے سانکھیہ درشن تصنیف کیا ہے۔ ان کا وجود راجہ سگر کے
زمانہ میں ہونا پایا جاتا ہے۔ جو مہاراجہ رام چندر جی سے ۲۵ پشت پہلے گذرا ہے۔ جسکو
آجتک تقریباً ۸۷۱۵۰۲۰ سال ہوتے ہیں۔ وشسٹ اتیتریہ براہمن میں تحریر ہے
کہ یہ راجہ سداس کے خاندان کا پروہت تھا۔ اور اس کے سو لڑکے تھے۔ سب سے
بڑے لڑکے کا نام سکتری تہا۔ چونکہ یہ راجہ سداس کا پروہت تہا۔ اسلئے اس کی بہت
بڑی عزت و تعظیم ہوتی تھی۔ اور اسی وجہ سے رشی وسوامتر اس سے رشک کرتا تہا۔
مارکنڈے پران میں لکھا ہے۔ کہ مہرشی وشسٹ مہاراجہ ہرشچندر کے خاندان کا پروہت
تہا۔ جس کو اب تک ۹ لاکھ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ یہ مہاراجہ ترتیا اور دواپر کی سندہی
میں تہا۔ نیز مہابہارت سے واضح ہوتا ہے۔ مہرشی وشسٹ مہاراجہ اکشواکو کا بہی پروہت
تھا۔ اور اس کی ۱۶ پشت تک اسی کے خاندان میں پروہتائی چلی آئی۔ یعنے مہاراجہ اکشواکو
سے لے کر مہاراجہ رام چندر جی کے زمانے تک۔ کتب مذکورۃ الصدر مختلف زمانوں کا اظہار
کرتی ہیں۔ اور ایک کا دوسری سے بڑا اختلاف ہے۔ عقل حیران ہے۔ کہ ان میں سے
کسکو درست مانیں۔ اور کسکو غلط۔ بظاہر یہ درست معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسے واقعات
کی بخوبی چھان بین کی جائے۔ جس سے وشسٹ جی کے زمانے کا ٹہیک پتہ
لگ سکے۔ اس کے متعلق جب ہم پرانوں کی پڑتال کرتے ہیں۔ تو ہم کو معلوم ہوتا ہے
کہ وشسٹ جی مہاراجہ ترسنکو والد مہاراجہ ہرشچندر کے زمانے میں موجود تھے اور

چرچا ہو رہا ہے ۔ کیونکہ ایک شودر کی لڑکی ہو کر اُس نے وہ اعلےٰ صفات حاصل کی ہیں ۔ جو شاید ہی کسی دوسری لڑکی کو نصیب ہوئی ہوں ۔ راجن ! جب سے میں نے اُس مجسّم حسُن کی دیوی کو دیکھا ہے ۔ میرے دل میں یہی خیال سمایا ہوا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴) بسوامتر ان کے ہمعصر تھے ؛

مہاراجہ ہریش چندر مہاراجہ رام چندر جی سے ۴۳ پشت پہلے تھے ۔ تاریخ مہابھارت سے ظاہر ہے ۔ کہ مہاراجہ رام چندر جی ترتیا اور دواپر یگ کی سندھی میں ہوئے چنانچہ اسی سندھی میں مہاراجہ ہریش چند ہوئے ہیں ۔ اگرچہ یہ مہاراجہ رام چندر جی سے ۴۳ پشت پہلے گذرے ہیں ۔ لیکن ان کا ہونا بھی ترتیا اور دواپر یگوں کی سندھی کے اندر ہی ممکن ہے ۔ کیونکہ ترتیا اور دواپر یگوں کی سندھی کا زمانہ ۲۷ ہزار سال کا ہوتا ہے ۔ اس لئے ۴۳ پشتوں کا بھی اسی زمانے میں ہونا سمجھ ہو سکتا ہے ۔ لہذا اس حساب سے مہاراجہ ہریش چند کو اب تک تقریباً ۸۷۱۹۰۲ سال گذرے سمجھنے چاہئیں ؛

اور چونکہ مہاراجہ یدھشٹر کا پڑدادا مہاراجہ شانتنو تھا ۔ جس کی استری ستیہ وتی تھی ۔ آجکل یدھشٹر سمت ۴۳۵۸ ہے ۔ اس میں زیادہ سے زیادہ دوسو سال اور شامل کر دئے جائیں ۔ تو مہاراجہ شانتنو کے زمانے کو اب تک ۴۵۵۸ سال ہوتے ہیں اگر ۸۷۱۹۰۲ میں سے ۴۵۵۸ کو نفی کر دیں ۔ تو ستیہ وتی اور پراشر کے زمانے میں ۸۶۷۳۴۴ سال کا فرق رہا ہے ۔ اس ظاہری تفاوت کو دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے ۔ کہ نہ معلوم اس پوتر آتما ستیہ وتی پر پراشر کے سنگم ہونے کا کیوں کلنک لگایا گیا ہے ۔ اور اس کے ساتھ پراشر جیسے مہاتما رشی کا نام کیوں بدنام کیا گیا ہے ۔ جس کے بنائے ہوئے دھرم شاستر یعنے پراشر سمرتی سے آریہ ورت کا ہر شخص فیضیاب ہو رہا ہے ۔ اگر معترض یہ کہیں ۔ کہ وہ پراشر جس پر یہ ناشائستہ اتہام لگایا گیا ہے ۔ کوئی اور رشی یا راجہ تھا ۔ تو یہ اعتراض قابل تسلیم نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ مہابھارت سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ وہ قدیم زمانے کا ایک رشی

ہے۔ کہ بہروپ وتی شری مہاراج کے رنواس کی رونق بنے۔ پرتھی ناتھ! میں سچ کہتا ہوں۔ کہ واقعی وہ آپ کی مہارانی بننے کے یوگیہ ہے۔ اگر آپ کو میرے کہنے میں شک ہو۔ تو قریب ہی تو ہے۔ اپنی آنکھوں سے اُس حُسن کی

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۵) تھا۔ اور اس نے پولست رشی سے تعلیم پائی تھی اور کپل رشی کی شاگردی بھی کی تھی۔ ممکن ہے۔ کہ بعض معترضین اس پر بھی کوئی حاشیہ چڑھاویں۔ اور کہیں کہ یہ غلطی کسی ٹیکاکار (مترجم) کی ہے۔ ورنہ دراصل یہ وہ پراشر نہیں۔ جس کا پولست رشی سے تعلق تھا۔ اور جو وسشٹ رشی کا پوتا تھا بلکہ یہ کوئی اور شخص تھا۔ جو ویاس جی کا والد بزرگوار تھا۔

ہم معترضین کے ہر ایک اعتراض کو طشت از بام کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ بہت اچھا ہم ان کی یہ بات بھی تسلیم کر لینے کو تیار ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ حسب ذیل واقعات کی مطابقت کس طرح ہوگی +

مہابھارت مطبوعہ مراد آباد۔ رام کرشن کمپنی ادھیائے ۶۳ صفحہ ۲۱۲ - شلوک ۶۹ - اردو مہابھارت مطبوعہ آفتاب پنجاب صفحہ ۹۳ و ۹۴ میں لکھا ہے۔ کہ تیرتھ یاترا کرتے ہوئے پراشر رشی نے ایک بڑی روپ وتی کنیا کو جمنا کے کنارے پر دیکھا۔ تو اس پر دل وجان سے فریفتہ ہو گیا۔ اور از خود رفتہ ہو کر کہنے لگا۔ کہ اے سندری! میرے ساتھ سماگم (صحبت) کر۔ لڑکی نے جواب دیا۔ بھگوان! اس وقت جمنا کے دونوں کناروں پر آدمی کھڑے ہوئے ہیں۔ . . . . . .

. . . . رشی نے کہا۔ کہ تو مطلق فکر نہ کر۔ میں ایسا منتر پڑھونگا۔ کہ ہم دونوں کو کوئی شخص نہ دیکھ سکیگا۔ چنانچہ رشی نے فوراً ہی ایسا منتر پڑھا۔ جس سے یکایک تاریکی چھا گئی۔ رشی نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ مگر اس نے ہاتھ کو جھٹکا دے کر کہا۔ کہ مہاراج! میں باکرہ ہوں۔ اگر میری بکارت زائل ہو گئی تو بڑی رسوائی ہوگی۔ رشی نے کہا۔ کہ تو بالکل نہ گھبرا۔ سماگم کرنے کے بعد تو پھر کنواری ہی ہو جائے گی۔ اور علاوہ ازیں تیرے بدن سے جو مچھلی کی بدبو آتی ہے اس کی

دیوی کو دیکھ لیں +

مہاراجہ شانتنو کے دل میں اس بات کا ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ اس کے ساتھ ہی چلدیا۔ اور وہاں پہنچ کر جونہی سینہ وتی کی طرف دیکھا۔ تو حیران رہ گیا

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۶) بجائے خوشبو آنے لگے گی +

غرض پراشر نے اس سے سماگم کیا۔ اور وہ اُسیوقت حاملہ ہوگئی۔ جو ایک ہی پہر کے اندر بچہ پیدا ہوا اور بڑھ کر چودہ سال کا ہوگیا۔ وہی بچہ ویاس کے نام سے مشہور ہوا ‎॥

ناظرین! ذرا آپ ہی انصاف سے وچار کیجئے۔ کیا یقین ہو سکتا ہے۔ کہ وہ شخص جسکو اس زمانے میں رشی تسلیم کیا گیا تھا۔ اور وہ جس نے عوام کے فائدے کے لئے جائز اور ناجائز باتوں کے متعلق قانون مرتب کیا ہو۔ اور جو تتوگیان۔ مکتی۔ آتما اور ایشور کے متعلق اظہار رائے کرتا ہو۔ کیونکر اسدرجہ شہوت پرستی کا مطیع ہو سکتا ہے کہ ایک کنواری کنیا کے ساتھ ایسا بیباکانہ شرمناک فعل کرے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ایسے مہاتما کی بابت ایسی باتوں کا منسوب کرنا سراسر حماقت ہے۔ وہ نہایت پارسا اور متقی تھا۔ ایک معمولی انسان بھی کسی غیر لڑکی سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ معترضین یہ کہیں گے۔ کہ کام (شہوت) بہت زبردست طاقت ہے۔ اسنے بڑے بڑے آدمیوں کو اپنے جال میں پھنسا دیا ہے۔ کیا عجب ہے کہ پراشر رشی کا دل بھی سینہ وتی کا حسن دیکھ کر بے قابو ہوگیا ہو۔ ہم یہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ ایسا بھی ہوگیا ہو۔ لیکن آیوروید اور دیگر تمام پراچین طبی گرنتھ بتلاتے ہیں۔ اور خود گرڈ پران جو خاص اس فلاسفی کا مخزن ہے۔ اس امر کی وضاحت کر رہا ہے کہ رتو دان کرنے کے لئے ایک ماہ بعد نطفہ عورت کے رحم میں قرار پاتا ہے۔ اور ۲ ماہ بعد جسم انسان انگشت کی طرح ہوتا ہے۔ جس سے گربھ نمودار ہوتا ہے۔ پھر پانچویں اور چھٹے مہینے میں وہ حرکت میں آتا ہے۔ کیونکہ اسوقت جیو آتما اس کے اندر پڑتا ہے پھر نو ماہ اور بعض حالتوں میں دس ماہ گذرنے کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اور اس مسلمہ قانون قدرت کی موجودگی میں کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ سماگم ہو

گیا۔ کہ ایسی روپ وتی اور نازک اندام نوجوان لڑکی مردوں کی طرح سے کشتی کو چلا رہی ہے۔ اور اپنی خدمت کو بڑی مستعدی سے انجام دے رہی ہے۔ مہاراجہ شنتنو اُس کی خوبصورتی اور نازک اندامی کے ساتھ ہی

نوٹ بقیہ صفحہ ۲۷) کے بعد فوراً ہی ایک پہر کے اندر ویاس جی پیدا ہوکر چودہ سال کے ہوگئے اور سب سے زیادہ تعجب خیز یہ بات ہے۔ کہ بچہ بھی پیدا ہوا۔ اور ستیہ وتی کی بکارت پھر بھی زایل نہ ہوئی۔ اور مزید حیرت کی بات یہ ہے۔ کہ کہاں تو ستیہ وتی بکارت زایل ہونے کے خوف ہی سے گھبراتی تھی۔ اور کہاں اُس کے لڑکا بھی پیدا ہو گیا۔ کیا اس واقعہ کو کوئی صحیح دماغ رکھنے والا شخص تسلیم کر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں ۔

اب ایک عجیب اُلجھن پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے جو سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہ بہت ہی حیرت انگیز ہے۔ یعنے اگر در حقیقت یہ واقعہ نہیں ہوا تو کیوں اس قدر کذب بیانی اور افترا پردازی سے کام لیا گیا ؟ اور اس کی کیا ضرورت تھی۔ اگرچہ سرسری طور پر یہ بات بہت وزن دار معلوم ہوتی ہے لیکن ذرا سے غور پر یہ طلسم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ صاحبان! اگر آپ محققانہ نگاہ سے کام لیں۔ اور اس زمانہ کی حالت کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے کھینچیں۔ کہ جب ہند پر اودیا کا گھٹا ٹوپ بادل چھایا ہوا تھا۔ وام مارگ اپنا اپنا سدھانت عام ہندوؤں پر درست ثابت کرنے کے لئے پراچین پستکوں میں اپنی اپنی مرضی کے مطابق اضافہ کر رہے تھے۔ تو آپ کو ماننا پڑیگا۔ کہ اس قسم کے شرمناک واقعات کا اضافہ کرنیوالے در اصل وہ لوگ ہیں۔ کہ جو ایسی باتوں کو اپنی مت کے مطابق ضروری سمجھتے ہیں۔ اور وہ لوگ وام مارگی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنا سدھانت درست ثابت کرنے کی غرض سے پراچین اتہاسوں وغیرہ میں ایسی گڑبڑ کر ڈالی۔ اور عام ہندو لوگ اودیا کی وجہ سے اصلیت سمجھنے میں قاصر رہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ ایک طرف تو با عصمت دیوی ستیہ وتی پر یہ الزام لگایا گیا۔ اور دوسری طرف مہاتما پراشر کے نام کو کلنکت کیا اسکا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ اصل مہابھارت میں صرف ۲۴ ہزار شلوک تھے۔ مگر آجکل ایک لاکھ ۲۴ ہزار شلوک ہیں۔ گویا ایک لاکھ شلوک اس میں وقتاً فوقتاً

اس پھرتی اور دلبری کو دیکھ کر اس کا گرویدہ ہو گیا۔ اور اس نے ارادہ کیا کہ واقعی اس کنیا کے ساتھ ضرور شادی کر لینی چاہیئے۔ وزیر نے آگے بڑھ کر اس کے ساتھ اس طرح گفتگو کرنی شروع کی ؛

(نوٹ بقیہ صفحہ ۲۸) خودغرض لوگوں نے اضافہ کئے ہیں۔ اس کے ثبوت بہت سی کتب نوا این نسخ سے ملتے ہیں ؛

اس کے علاوہ اور بھی کئی طرح کی غلطی اس وجہ سے ہوئی ہے۔ کہ اصل مہابھارت منظوم ہے۔ اور نظم میں بالعموم تشبیہات اور استعارات وغیرہ سے کام لیا جاتا ہے۔ اور سنسکرت کی نظموں میں شاعری کی یہ صنعتیں بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ جن کی اصلیت کو پہونچنا ایسے ہی آدمی کا کام ہے۔ جو سنسکرت کا پورا عالم ہو اور اس کے ساتھ شاعر بھی ہو۔ چونکہ جنگ مہابھارت کے بعد بدقسمتی سے سیتہ دہرم اور علم کو چھپا لیا تھا۔ اُس زمانے میں وام مارگ مت ترقی پر تھا۔ اور زمانہ قدیم کے رشیوں کی تصانیف سے وام مارگ مت کی صداقت دکھانی ضروری تھی۔ قیاس ایسا کہتا ہے۔ کہ کسی وام مارگی کی نظر سے مہابھارت میں کوئی ایسا شلوک گذرا ہوگا۔ جس کا مفہوم غالباً یہ ہوگا۔ کہ پراشر آشرم کا وہ بارھتی ویاس جو چودہ سال کی عمر کا تھا۔ جمنا کے پار ہونے کے لئے سیتہ وتی کی کشتی میں بیٹھا۔ اور اس سے مخاطب ہو کر یہ کہنے لگا۔ کہ "اگر میرے لایق کوئی سیوا ہو۔ تو ماتا مجھ کو یاد کرنا"۔ اس فقرے کا مطلب کچھ اور کا اور ہی بنا دیا گیا۔ چونکہ سنسکرت ایسا مشکل علم ہے۔ کہ اس کے شلوکوں اور چھندوں کے معنے کرنا معمولی شخص کا کام نہیں۔ اسلئے اس موقعہ پر کسی وام مارگی نے اپنا سدھانت درست ثابت کرنے کے لئے کچھ اور شلوک بڑھا کر اصل واقعہ کو یہ رنگ دے دیا۔ جیسا کہ پہلے لکھ چکے ہیں۔ پراشر آشرم کی بجائے پراشر رشی کر ڈالا۔ اور چونکہ وام مارگی لوگ جنتر منتر یعنے جادو وغیرہ کے قائل ہیں اس لئے اُنہوں نے اپنا عقیدہ یہاں بھی درست ثابت کرنے کے لئے یہ تبدیلی کر ڈالی کہ سیتہ وتی کی شرم وحیا کی وجہ سے اندھیرا کر دیا چودہ سال کا لفظ دیکھ کر یہ اضافہ کر دیا کہ وہ پیدا ہوتے ہی چودہ سال کا ہو گیا تھا۔ غرض اس طرح اپنا الو سیدھا کیا۔ اور اسیطرح

وزیر۔ تمہارا کیا نام ہے۔ اور کیا تم بتا سکتی ہو۔ کہ اس کام سے دن بھر تم کو کسقدر آمدنی ہو جاتی ہے؟

لڑکی۔ مہاراج! میرا نام سیتہ وتی ہے۔ اگرچہ میں ایک غریب ملّاح کی لڑکی ہوں۔ اور سوائے کشتی چلانے کے ہمارا کوئی اور ذریعہ گذارے کا نہیں۔ تاہم میں نے پرن (عہد) کیا ہوا ہے۔ کہ غریب اور بیکسوں کو بغیر کسی معاوضہ کے اپنی کشتی پر سوار کر کے پار اُتار دیا کروں۔ اور اس طرح سے ایشور کی خوشنودی اور سعادتِ دارین حاصل کروں۔ مہاراج! میرے ماتا پتا بھی میری اس خدمت سے خوش ہیں"۔

سیتہ وتی کی بھولی بھالی باتیں سُنکر مہاراجہ شانتنو کے نازک دل پر اور بھی چوٹ لگی۔ وہ پہلا خیال شادی نہ کرنے کا بالکل جاتا رہا۔ بلکہ وہ دل ہی دل میں کہنے لگا۔ کہ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر یہ حسن کی دیوی اور مجسّم نیکی میری زوجیت میں آجائے۔

ادھر مہاراجہ شانتنو کے چہرے کی طرف دیکھتے ہی وزیر نے سمجھ لیا کہ اب میرا جادو چل گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ فوراً ہی اُس لڑکی کے باپ کے پاس جو قریب ہی دوسری کشتی چلا رہا تھا گیا۔ اور کہنے لگا۔

(نوٹ بقیہ صفحہ ۲۹) مت پھیلانے کے لیے پراچین کتابوں میں طرح طرح کے اوٹ پٹانگ اضافے کر ڈالے۔

مگر سخت افسوس ہے کہ بھارت ورش کے ایسے واجب التعظیم مہاتماؤں کے جیون پر اس قسم کے بدنما دھبے لگائے جائیں۔ اور ہندو قوم ان کی اصلیت پر ذرا بھی وچار نہ کرے اور نہ ان شرمناک بدنامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ ناظرین! اگر آپ ذرا بھی ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر تحقیقات کیساتھ ان واقعات پر وچار کرینگے۔ تو آپکو خود ہی قائل ہو کر یہ کہنا پڑیگا۔ کہ واقعی یہ کسی خود غرض کی چالاکی ہے۔

وزیر۔ (ملاح سے) میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔

ملاح۔ (نہایت ادب اور عزت کے ساتھ) مہاراج! فرمائیے کیا ارشاد ہے۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے ہر طرح سے حاضر ہوں ۔

وزیر۔ (بہت محبت آمیز لہجہ میں) شاید تم نے سُنا ہوگا۔ کہ مہاراجہ شانتنو کی پہلی رانی گنگا سرگباش ہوگئی ہیں۔ اور اب مہاراج کا دوسری شادی کرنے کا ارادہ ہے۔ کیا تم پسند کروگے۔ اگر تمہاری لڑکی ستیہ وتی کی شادی کی کوشش مہاراج کے ساتھ کی جائے؟ میری رائے میں تم کو اس میں کچھ تامل نہ ہوگا۔ بلکہ اگر ایسا ہوگیا۔ تو بہت خوش ہوگے ۔

وزیر کی اس اہم اور عجیب درخواست کو سن کر ملاح نے اپنی گردن نیچے جھکا لی اور بہت دیر تک سوچتا رہا۔ اور بعد ازاں یوں کہنے لگا۔

ملاح۔ مہاراج! اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ اس سے زیادہ میرے لئے اور کیا خوشی کا موقع ہوسکتا ہے۔ کہ میری بیٹی اپنے ملک کے مہاراج کی خدمت میں رہنے کا فخر و اعزاز حاصل کرے۔ اس لئے مجھے اس حکم کی تعمیل میں کچھ عذر نہیں۔ البتہ اتنی عرض ہے کہ مہاراج مخلص دل اقرار فرماویں۔ کہ ستیہ وتی کے بطن سے جو راجکمار ہوگا۔ وہی ولیعہد سلطنت یعنی وارث تاج و تخت بنایا جاویگا۔ جب ملاح نے سلسلہ کلام تمام کیا۔ وزیر نے جواب طلب اور معنی خیز نظر راجہ شانتنو کے چہرہ پر ڈالی۔ چونکہ راجہ نے ملاح کی گفتگو کا ایک ایک حرف نہایت غور سے سُنا تھا۔ وزیر سے یوں مخاطب ہوا۔

راجہ شانتنو۔ (وزیر سے) کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ایسا اہم کام آسانی سے کرسکتا ہوں۔ کیا تمہارا خیال ہے۔ کہ میں ایسی سخت قید کے ساتھ شادی کرکے اپنے فاضل۔ بہادر اور پیارے راجکمار ولیعہد کو جو ہر طرح راج کا مستحق ہے۔ ہمیشہ کے لئے محروم کردوں؟ میں سچ کہتا ہوں مجھ سے ہرگز

ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ میرا ضمیر اِسکو ایک لمحہ کو بھی قبول نہیں کر سکتا۔ اے وزیر با تدبیر! بھلا تو ہی بتا۔ اگر میں ایسا کروں، تو کیا لوگ مجھ کو ظالم انصاف کا خون کرنے والا۔ اور حق تلفی کو پسند کرنیوالا نہ کہینگے؟ بلکہ رعایا بھی کہے گی۔ کہ کام دیو کے بس ہو کر میں نے دیو برت کے حقوق زائل کر دیئے۔ اسلئے خواہ یہ لوگ شادی کریں یا نہ کریں۔ مگر میں اس شرط کو کبھی منظور نہ کرونگا۔

یہ کہا۔ اور وزیر کو ہمرکابی میں لے راجہ قلعہ کی طرف کو روانہ ہوا۔

باب سوئم

اتنی پریشانی کیوں ہے؟

موجودہ زمانہ کی ضروریات بتلا رہی ہیں۔ کہ تمام قوم کو عموماً اور کشتری قوم کو خصوصاً دھارمک تعلیم کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ صرف ایک اس کی ہی عدم موجودگی نے آج کشتریوں کو دیگر اقوام کی نظروں میں حقیر بنا رکھا ہے۔ حتیٰ کہ ان کے قول و فعل کا اعتبار تک نہیں رہا۔ تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جس زمانے میں یہاں پر دینی اور دنیاوی تعلیم کو اپنی زندگی کا جزو اعظم قرار دیا ہوا تھا۔ وہ زمانہ اہل ہند کے لئے نہایت مبارک زمانہ تھا۔ ہر ایک باشندہ ہند خواہ وہ کسی ذات کا ہو اپنے فرائض کو بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔

یہ وہی ہندوستان جنت نشان ہے۔ جہاں راجہ ہریشچندر جیسے اپنے

فعل کے پکے - بھاگیرت جیسے اولو العزم - مہاراجہ رام چندر جیسے مریادا پرشوتم اور سری لچھمن جی جیسے وفادار بھائی پیدا ہو کر اپنے کارناموں سے دنیا کو حیران کرنے والے گذرے ہیں +

جب ہم تاریخ دنیا پر سرسری نظر ڈالتے ہیں - تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر قوموں کے بادشاہوں اور بہادروں نے ملک اور تخت و تاج کے لئے کیا کچھ نہیں کیا - اپنے قوت بازو پر برادران خورد و کلاں کو تہ تیغ کیا - عزیز و اقارب کو مقید کر کے طرح طرح کی ایذا پہونچائی - بزرگوں کی آبرو ریزی کی - تکلیفیں دیں - ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہائیں - مگر یہ ہمارا پیارا ہندوستان ہی ہے - کہ جس کی تاریخ گذشتہ ہم کو ایسی ایسی نظائر دکھاتی ہے - کہ دیکھنے اور سننے والا عش عش کرتا رہ جاتا ہے - دیکھئے بھرت جی نے باوجود راج ملنے کے بھی محض اس لئے تمام دنیاوی عیش و آرام کو چھوڑ کر شاہی زندگی سے منہ موڑا تھا - کہ میرے معزز بھائی سری رام چندر جی تو صحرا البصحرا دشت نوردی کریں - اور میں بہاریں لوٹوں اس کی حمیت ہرگز ہرگز ایسا گوارا نہیں کر سکتی تھی - اور اسی دھن میں اُسنے سری رامچندر جی کے بن باس کے چودہ سال نہایت نیک کرداری اور فرمانبرداری میں بسر کیئے - یہ سب اس ودیا کا ہی سبب تھا - جسکو یہاں کی ہر ایک قوم اپنی زندگی کا جزو اعظم سمجھتی تھی +

اگرچہ راجہ شانتنو شادی سے انکار کر کے واپس چلا آیا - مگر ستیہ وتی کی سچی محبت اُس کے دامن کے ساتھ لپٹی رہی - اب راجہ کو عجیب کش مکش درپیش تھی - ایک طرف ستیہ وتی کا خیال - اور دوسری طرف راجکمار کی محبت کا جوش - خصوصًا اس کی حق تلفی کا خیال تو اُسے بہت ہی بے چین کر دیتا تھا غرضیکہ اس کش مکش نے مہاراج کی عجیب حالت کر دی - دل و دماغ میں انہی خیالات کا دورہ ہونے لگا - چہرہ زرد - دل میں درد - جی میں جو گذرتی تھی وہی جانتا تھا - ادہر تو حق پسندی کا پاس - ادہر مقابلہ حسرت و یاس - راجہ کی یہ حالت آخر الامر راجکمار

دیوبرت پر بھی ظاہر ہو گئی۔ کچھ عرصہ تو وہ خاموشی سے اس حالت کا مشاہدہ کرتا رہا۔ مگر جب محبت پدری دل میں جوش مارتی تاب شکیبائی نہ رہتی۔ تو ششدر و حیران ہو کر راجہ کے منہ کیطرف دیکھتا اور یہی خیال پیدا ہوتا کہ اس بزرگی کا سبب پوچھوں مگر زبان یارا نہ دیتی تھی کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ لیکن ہزار دشواری دل کو ڈھارس دے عقل و فہم کا بازو ٹھوک بصد عجز و نیاز راجہ شانتنو کی خدمت میں مؤدبانہ ایک روز عرض کی ٭

اے پرم پوجیہ پتا! آپکا سایہ ہمارے سر پر دائم قائم رہے۔ فرمائیے مزاج مبارک کا کیا حال ہے۔ یہ ناچیز چند دنوں سے آپکی حالت میں ایک نوع غیر معمولی تغیر دیکھ رہا ہے۔ چہرہ مبارک سے فکر و تشویش کے آثار نمودار ہیں۔ مگر اس پریشانی کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ پتاجی! جہاں تک میرے خیال کی رسائی ہوتی ہے اور حافظہ کام دیتا ہے۔ ایسا کوئی فعل مجھ ناچیز سے سرزد نہیں ہوا۔ کہ جس سے آپکی طبیعت کو پریشان اور دل کو ملول کیا ہو۔ اگر کوئی نادانستہ قصور مجھ سے سرزد ہوا ہے تو آپ کرپا کر کے مجھکو معاف فرما دیں۔ بقولیکہ

از خوردان خطا و از بزرگان عطا

ایشور کی الٹکرپا سے آپکا ملک سر سبز و شاداب رعیت خوشحال و مالامال ہے۔ بڑے بڑے رنجے و مہاراجے آپکی آشاپالن کو اپنا فخر سمجھتے ہیں اور ہر وقت آداب بجا لا کر تسلیم خم کئے رہتے ہیں۔ سب لوگ فرمانبرداری کو حاضر ہیں۔ مگر معلوم نہیں ہوتا کہ آپکی اس پریشانی کا سبب کیا ہے۔ اگر کسی سردار ناعاقبت اندیش نے سرتابی کی ہے تو اس کا نام و نشان بتائیے۔ میں ابھی اس کو درست کرتا ہوں ٭

ہاں اگر کوئی مہم سخت درپیش ہے۔ جسکا سر کرنا نا ممکن خیال کیا جاتا ہو

تو اس کا اظہار کیجئے۔ جہاں تک میری طاقت ہے اس کو تیغ کے بغیر دم نہ لونگا
کشتری دھرم کو پورا کر کے دکھاؤنگا۔ اپنی شمشیر آبدار کی چمک سے میدان
جنگ میں چکا چوند کر دکھلادوں۔ تو بیشک آپ کو کشتری کہنا پاپ سمجھئے گا
دیوپت کی ہمت بہادری اور صداقت آمیز تقریر کو سنکر راجہ نے بکمال
تفکرات سے سر اٹھایا۔ نہایت شیریں کلامی اور پیار کے لہجہ میں یوں ہمکلام
ہوا۔ کہ اے پیارے بیٹا! تمہارے جیسے بہادر کی موجودگی میں کس کی مجال ہے
کی تاب ہے۔ کہ میری گستاخی کی جرأت کر سکے۔ تا بہ مقابلہ تو کیا؟ اب مجھے
کوئی تکلیف نہیں۔ یونہی کچھ خیال دل میں پیدا ہو گیا تھا۔ جاؤ اپنے محل
میں آرام کرو۔ اور کچھ خیال دل میں نہ لاؤ۔ ان الفاظ سے راجکمار کی خاطرخواہ
تسلی نہ ہوئی۔ اور وہ چاہتا تھا۔ کہ اس عقدہ کو جس طرح ہو سکے منت و سماجت
کر کے حل کرے۔ کیونکہ راز کا انکشاف کرنا ہی اسکا مقصود تھا۔ مگر ابھی وہ اسی
کوشش میں تھا۔ کہ دفعتاً وزیر حاضر ہوا۔

ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ یہی وزیر اس فتنہ کا بانی مبانی تھا۔ اسی نے یہ آگ
لگائی تھی۔ جس کی گرمی نے مہاراج کو پریشان کر رکھا تھا۔ اس کے پہنچتے
ہی راجکمار نے اپنا سلسلہ تقریر ختم کیا۔ اور وزیر سے مخاطب ہو کر یوں
مستفسر ہوا۔ کہ اے وزیر! کیا آپ مہربانی کر کے مجھے بتلا سکتے ہیں۔ کہ
مہاراج کی طبیعت نڈھال ہونے کا موجب کیا ہے۔ گو میں نے مہاراج
سے بھی بابت دریافت کیا۔ مگر مجھے ہنوز اصل حال معلوم نہ ہوا۔ اس واسطے
دل کو از حد پریشانی ہے"

وزیر۔ اے راجکمار! مہاراج کی تشویش کا باعث میں ہی بدنصیب ہوں
لیکن اگر میرے اس فعل کو بنظر انصاف غور کیا جائیگا۔ تو یقیناً خطا سے میرا
پاک پائینگے۔ اے والا مرتبت بلند اقبال راجکمار! درحقیقت اس نے جو کچھ خیال
کیا تھا۔ وہ میرا سراسر نیک نیتی پر مبنی ہے۔ اس میں ہرگز ہرگز بدنیتی یا خودغرضی کو

دخل نہیں۔ چونکہ میں اس خاندان کا دیرینہ نمک خوار اور وفادار ہوں۔ اس واسطے میرا فرض ہے۔ کہ ہر ایک کام کے کرنے اور ایسی بات کے کہنے سے باز نہ رہوں۔ جو مہاراج اور سلطنت کے لیئے مفید ہو۔ اور اس موقع پر بھی میں نے ایسا ہی کہنے کا عزم کیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے اس میں ایک مخفف رکاوٹ واقع ہو گئی ۔

دیوبرت۔ (نہایت اضطراب اور بیقراری سے) کیا آپ کرپا کر کے مجھے بتا سکینگے۔ کہ وہ بات کیا ہے ؟

وزیر۔ سمان کے یوگیہ راجکمار سنو! ایک روز دربار میں کشتریوں کی بہادری کا تذکرہ درپیش تھا۔ اسی ضمن میں جب آپکے جنگ و جدل میں مصروف رہنے کا تذکرہ آگیا۔ تو اتفاقاً میرے منہ سے نکلا۔ کہ اگر ایشور نہ کرے۔ دیوبرت کی زندگی کو کوئی صدمہ پہنچے۔ تو پھر کیا ہو؟ اے کمار! تم خود دانا ہو۔ سمجھ سکتے ہو۔ کہ میرا یہ قیاس کچھ بعید از امکان نہ تھا۔ کیونکہ میں عرصہ سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ آپ جنگ و جدل میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور لینا بھی چاہیئے کیونکہ کشتریوں کا یہی دھرم ہے۔ مگر یہ کام ذرا جان جوکھوں کا ہے۔ اس لیئے اس میں زندگی خطرے میں رہتی ہے۔ آپ دانا ہیں ذرا دل میں انصاف کیجیئے۔ اور غور فرمایئے کہ اگر خدانخواستہ نصیب اعدا ایسا صدمہ جانکاہ ہمیں برداشت کرنا پڑے۔ تو اسوقت مہاراج کی کمر ہمت بندھانے والا کون ہے۔ اور کس راجکمار کے بھروسہ پر ڈھارس بندھ سکے گی۔ کہ مہاراجہ پرتیپ اور شانتنو کا نام زندہ رہے اور کس کے ذریعے سے آئندہ نسل کی قائمی کی امید کی جاسکتی ہے۔ کیا ایسی صورت میں اس خاندان کا نام و نشان صفحۂ ہستی پر قایم رہ سکتا ہے۔ فرمایئے ایسی حالت میں ہستناپور کی راجدھانی کی عنان حکومت کس کے ہاتھ میں ہوگی۔ کونسا جانشین تاج و تخت ہوگا۔ جو راجہ ہستی کے نام کو روشن کرے اور فخر

خاندان کہلاوے ؎

یہ صرف میرے ہی کہنے کی بات نہیں - آپ خود ودوان ہیں - راج نیتی سے بخوبی واقف ہیں - کیا اُس میں یہ حکم نہیں ہے - کہ راجہ مہاراجہ اور بادشاہوں کو واجب ہے - کہ اپنے سنتان (اولاد) کی حفاظت کریں - اور اس کی افزائش کے ساعی ہوں - تاکہ اگر (پرمیشور ایسا نہ کرے) ایک لڑکا ضائع ہو جائے - تو دوسرا راجکمار اسکا جانشین ہو سکے ؎

میری طول طویل گذارش کو معاف فرما کر انصاف سے ارشاد کیجئے - کہ اگر بندہ نے براہ دور اندیشی شری مہاراج سے پُنر بواہ کرنے اور اصول نیتی کو اس طرح نبھانے کی صلاح دی - تو کیا یہ میرا فرض منصبی نہ تھا - میری معروض پر اولاً تو شری مہاراج نے یہ کہکر کہ ہیں دیوبرت جیسے لائق اور بہادر راجکمار کی موجودگی میں دوسری شادی کرنا پسند نہیں کرتا جواب صاف دے دیا - بلکہ یہ فرمایا کہ میں ایسی خواہش ہرگز ہرگز نہیں کرسکتا لیکن میرے اصرار اور معقول دلایل کے پیش کرنے اور بار بار نشیب و فراز دکھلانے پر پُنر بواہ پر رضامندی ظاہر کی - اتفاقاً یہی گفتگو دوسری مرتبہ برلب دریائے جمنا ہوئی - جہاں ایک ملاح کی دُختر ستیہ وتی نامی کشتی چلا رہی تھی اور جو اپنے حُسن سیرت اور حُسن صورت میں بے مثال تھی - اس لئے ہم اُس کے پاس پہونچے ؎ جسکو دیکھکر مہاراج کچھ خاموش ہو گئے گویا اسکی صورت انکے دل میں نقش ہو گئی چونکہ ستیہ وتی کی ظاہری اور باطنی قابلیتوں نے مہاراج کے دل پر بہت اثر کر لیا تھا اسلئے مینے بھی موقعہ کو غنیمت جان کر ستیہ وتی کے باپ سے اس بارے میں سلسلہ جنبانی کی - لیکن اس کمبخت نے ایک ایسی شرط کی میخ لگائی کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والا معاملہ ہو گیا اور وہ یہ تھی کہ میں مہا ملاح کے ساتھ اپنی پتری ستیہ وتی کو اس شرط پر سوئمبر کر سکونگا - کہ مہاراج میرے ساتھ یہ پرن کریں کہ جو راجکمار میری لڑکی

ستیہ وتی کے بطن سے پیدا ہو۔ وہی ولیعہد سلطنت قرار پاوے لیکن
مہاراج آپ کی موجودگی میں یہ بیان کرنا بالکل پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ
وہ آپ کا ذکر کرکے یہ فرماتے ہیں۔ کہ

وہ اصلی وارث تخت و تاج کو حقوق سلطنت سے کیسے محروم
کر دیا جاسکے۔ میں کبھی ایسی بات نہ کرونگا۔ جس سے دیو برت کی حق تلفی
ہو۔ اور اپنے آرام کیوجہ سے اپنے ایسے سعادتمند لخت جگر کی زندگی
تلخ کردی جاوے۔ اگر میں نے انصاف اور مہربانی کو بالائے طاق رکھ کر
ایسا کیا بھی تو میں سنسار میں کسکو منہ دکھلانے کے قابل رہونگا۔ غرض شری مہاراج
اسطرح سے فرماتے ہوئے وہاں سے واپس تشریف لے آئے ۔

اے راجکمار! جو کیفیت تھی مفصل میں نے آپ کی سیوا میں عرض کردی۔
یہی وجہ مہاراج کی تشویش کی ہے۔ اور یہی واقعہ ان کو بے چین کر رہا ہے ۔

جب تک دیو برت نے یہ واقعہ نہ سنا تھا۔ وہ اپنے پتا کو متشوش دیکھ کر
ہراسان ہو رہا تھا۔ چہرہ زرد۔ منہ فق۔ گویا حیرت کا پتلا بنا ہوا تھا۔ مگر جونہی
وزیر کی زبانی یہ سب کہانی سنی۔ اسکا سارا فکر کافور ہو گیا۔ مایوسی کی جو علامات
اس کے چہرے سے عیاں تھیں۔ یک قلم خوشی سے تبدیل ہو گئیں۔ اور
وہ بخندہ پیشانی وزیر سے گویا ہوا۔ کہ بس اتنی سی ہی بات ہے کہ جس کیواسطے
میرے پرم پوجیہ پتا جی اسقدر پریشان ہیں۔ وزیر نے مودبانہ عرض کی کہ اے
راجکمار! جہاں تک مجھ کو ذاتی علم ہے۔ اور میرے خیال کی رسائی ہوتی ہے
صرف یہی سبب ہے۔ اس پر دیو برت نے مسکرا کر وزیر سے کہا۔ کہ بھلا یہ
کونسی بڑی بات ہے۔ اس میں مشکل ہی کونسی لاحق ہے جس کے واسطے
شری مہاراج اسقدر فکرمند ہیں۔ میرے نزدیک تو اس میں کوئی بھی ایسا
پیچ نظر نہیں آتا۔ جس کے تدارک میں اسقدر تشویش و فکر کیا جاوے۔ یہ تو ایک
معمولی سی بات ہے ۔

باب چہارم

پرتگیا

اس واقعہ کے دوسرے روز ہی ہیر کشوری دیوبرت چند مصاحبوں کو ہمراہ لیکر دریائے جمنا کے کنارے ستیہ وتی کے باپ کے پاس پہنچا اور اس کی بزرگانہ طریق سے تعظیم بجا لاکر ستیہ وتی کے متعلق درخواست کی۔

ملاح۔ راجکمار! مجھے حضور کے تعمیل حکم میں کیا عذر ہے میں آپ کی ایک ادنےٰ رعیت ہوں۔ اور نہ اس کے ماننے میں میرا کچھ حرج ہی ہے البتہ ایک خیال ہے۔ جو ایسا کرنے سے مجھے روکتا ہے۔ اور وہ خیال جانے کچھ بیجا نہیں۔ اگر آپ بھی میرے ہمخیال ہوکر اسکو میزان عقل کے ترازو میں تولیں گے۔ تو یقین ہے کہ آپ ضرور مجھ سے اتفاق کرینگے۔ اور ستیہ وتی کی شادی کرنے میں گریز کرنے کو برا نہ جانیں گے۔

دیوبرت۔ (مسکرا کر) فرمائیے! وہ بات کیا ہے؟

ملاح۔ جس حالت میں مہاراج آپکو اپنا ولیعہد قرار دے چکے ہیں۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ آیندہ تخت حکومت آپکی نسل کی وراثت بن گئی۔ میری لڑکی کے بطن سے اگر کوئی شریف سنتان بھی اتپن ہوئی۔ تو خود ہی انصاف سے کہئے وہ کیونکر موجب فخر اور باعث عزت ہو سکتی ہے نہیں! ہرگز نہیں!! شادی؟ سمجھو۔ ایسا رشتہ کرنا باعث ذلت اور شرم کا ہوگا۔ کیونکہ جب کبھی کوئی تذکرہ آئیگا۔ تو لوگ میری دختر اور اسکی سنتان کو

نیچا دیکھنا پڑیگا۔

دلیوبرت۔ وہ کیوں ؟ ہا ! ہا !! ایسا خیال کبھی مت کرو۔ کوئی بھی دانشمند آپ سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ وجہ کیا ؟ آپکی لڑکی کسی رذیل خاندان میں نہیں جاتی۔ جو طعن و تشنیع کا اندیشہ ہو۔ صاحب ! ذرا میری طرف دیکھیئے۔ ہمارا وہ خاندان ہے۔ کہ سر جائے اور بات نہ جائے۔ جس حالت میں مَیں آپکو صدق دل سے کہتا ہوں۔ کہ اگرچہ مہاراج نے مجکو اپنا ولیعہد قرار دیدیا ہوا ہے اور میں عملی صورت میں بھی اُسی حیثیت میں نظام سلطنت کو انجام دے رہا ہوں تاہم میں آپ سے پرماتما کو حاضر و ناظر جانکر اقرار کرتا ہوں کہ جسوقت آپکی دختر کے بطن سے کوئی نرینہ اولاد سن بلوغت کو پہونچے گی۔ فوراً میں تخت حکومت اسکے سپرد کر دونگا۔ تو پھر بتلایئے آپکا ایسا خیال کرنا درست ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں ! کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ میں آپسے یہ عہد کرکے پھر اسپر عمل نہ کرونگا۔ یا اپنے آمولیہ جیون کو اس سلطنت کی خاطر کلنکت کرلونگا۔ نہیں ! ہرگز نہیں !! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ اور ان سب کو (امرا اور وزرا کی طرف اشارہ کرکے) ساکھشی دے کر کہتا ہوں۔ کہ جو کچھ بھی میں نے کہا ہے۔ اس کے پورا کرنے میں ہرگز دریغ نہ کرونگا۔ بلکہ آپکے نواسوں کے حکم کو بجالانا اپنا فرض عین سمجھونگا۔

ملاح۔ راجکمار ! آپ کے فرمان کو تسلیم کرنے میں کوئی شک کو مطلق گنجایش نہیں۔ مجھ کو آپکی بات پر پورن وشواش ہے۔ کہ جو کچھ بھی آپ کہینگے اسکو نبھائیں گے۔ اور اس میں ذرا بھی تو فرق نہ آنے دیں گے۔ لیکن کب تک جب تک آپکے دم میں دم ہوگا۔ ایشور نہ کرے۔ کہ آپکی زندگی کا چراغ گل ہو جائے۔ تو اُس حالت میں کیا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ آپ کی سنتان اپنے حقوق حاصل کرنے سے باز رہ سکے گی۔ نہیں۔ کبھی نہیں۔ جسطرح سے ہوگا۔ جد و جہد کرکے تختِ حکومت پر تسلط کرلے گی ؟

دیوبرت عرف بھیشم پتامہ
ملاح
ستیوتی

ملاح کی اس مدلل تقریر نے راجکمار کو لاجواب کرکے سوچ میں ڈالدیا
کچھ دیر تک تو وہ عالم حیرانگی میں نہ جانے سر جھکائے کیا سوچتا رہا۔ بعد ازاں
یوں کہنے لگا۔ "بیشک آپ کا خیال درست ہے! ایسے جھگڑوں کا برپا
ہونا کچھ ناممکن ہی نہیں۔ بلکہ یقینی ہے۔ لیکن ہاں ایک طریق سے یہ خوف بھی
دور ہو سکتا ہے۔ اور وہ طریق یہ ہے۔ کہ میرے گھر کوئی سنتان ہی نہ ہو۔ اور یہ
تب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ تب میں شادی ہی نہ کروں۔ اچھا! اب آپ کے اس خدشہ
(شک) کو بھی دور کرنے کے لئے میں پرماتما کو حاضر و ناظر جان کر (اور ان حاضرین
کی طرف اشارہ کرکے) سب لوگوں کے روبرو ایک سچے کشتری کی طرح پرگیا
کرتا ہوں۔ کہ میں تمام عمر شادی ہی نہ کرونگا۔ اور برہمچاری رہ کر نیز نواسوں
اور ستنا پور کی راجدھانی کا نگران رہونگا۔ اور تخت حکومت سے کچھ سروکار
نہ رکھونگا۔"

آہ! راجکمار کے آخری الفاظ سن کر حاضرین دنگ رہ گئے۔ دور اندیشوں
کی نگاہیں بڑی بے تابی سے اس کے چہرے پر پڑیں اور قدرت کے زبردست
ہاتھوں نے جب حاضرین کے منہ پر مہر خاموشی لگادی۔ تو سب کے سب
نہایت حیرانگی سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ تب راجکمار نے کہا۔ آپ
لوگ حیران کیوں ہو گئے؟ کس سوچ میں پڑ گئے؟ کیا آپ خیال کرتے ہیں
کہ میں اس اقرار کو پورا نہ کر سکونگا۔ نہیں! نہیں! ایسا کبھی مت خیال کرو
میں کشتری ہوں۔ سر کے ساتھ اس عہد کو نبھاؤنگا۔ اور ضرور نبھاؤنگا۔ اسکے
جواب میں حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا۔ صاحب! اسکے تسلیم کرنے میں
تو شک کو مطلق گنجائش نہیں۔ آپ پرپورن وشواش ہے۔ کہ آپ ضرور ہی
ایسا کر دکھائینگے۔ مگر کنور جی آپ نے یہ پرتگیا کرنے میں تو غضب ہی کر دیا کوئی
دوسرا ایسی جرات نہیں کر سکتا۔ بیشک آپ اس زمانہ کے بھیشم[1] ہیں اور اسکے انہنے

---

[1] بھیشم اس شخص کو کہتے ہیں جو کٹھن سے کٹھن کام کر سکے۔ چنانچہ اسی وزن سے دیوبرت
کا دوسرا نام بھیشم پرسدھ ہوا +

میں کسی کو عذر نہیں ہو سکتا ٭

ملاح - (ہاتھ جوڑ کر) کنور صاحب آپ دھن ہیں - مجھے یہ ہرگز توقع نہ تھی کہ آپ یہاں تک آمادہ ہیں - اچھا میں بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں - کہ یہ (سیتہ وتی کی طرف اشارہ کر کے) اگرچہ آپ کے نزدیک اوچھے خاندان سے ہے نہیں لیکن اس بات کو ثابت کر دکھائیگی - کہ کس طرح ایک اونے خاندان کی لڑکی اعلےٰ خاندان میں جا کر نیک اور اعلےٰ صفات کا ثبوت دیتی ہے یہ کہا اور اسوقت کے رواج کے مطابق سیتہ وتی کا ڈولہ راجکمار کے حوالہ کر کے کہا - ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

باب پنجم

اُف بہت بُرا ہوا

جس وقت یہ خبر مہاراجہ شانتنو کو پہونچی - کہ دیوبرت سیتہ وتی کا ڈولہ لے کر آ رہا ہے - ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے - دل و دماغ میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہو کر دورہ کرنے لگے - آنکھوں سے نگاہیں نکل نکل کر بڑی بھیری سے باہر کی طرف جانے لگیں - کہ اتنے میں وزیر سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا - تو مہاراج نے کہا - "کیا یہ خبر سچ ہے - کہ دیوبرت نے پرتگیا کی ہے - کہ میں تمام

عمر برہمچاری ہی رہونگا؟

وزیر - شریمان! کیا بتاؤں! اس نے تو غضب ہی کر دیا۔ ایسی اُمید ہرگز نہ تھی۔ ہم لوگ کچھ کہنے بھی نہ پائے۔ کہ اُسنے جھٹ کہدیا۔ کہ میں تمام عمر کنوارا ہی رہونگا۔ مہاراجہ شانتنو سر کو تھام کر کچھ دیر کے لئے سوچ میں پڑ گئے اور بعد ازاں یوں کہنے لگے "منتری لوگ کیا کہینگے۔ دُنیا کیا خیال کریگی۔ یہی نہ کہ میں نے اپنے سکھ کے لئے ایسے فرمانبردار سعادت مند فرزند کی زندگی تلخ کر دی ہا! ایسے جیون سے تو مرنا اچھا ہے۔ اُف! بہت بڑا ہُوا اس کے جواب میں وزیر کچھ کہنے کو ہی تھا۔ کہ اتنے میں دیوبرت نے آکر پرنام کیا۔ مہاراجہ نے اس کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ "دیو! کیا تو سمجھتا ہے۔ کہ میں ایسی حالت میں شادی کر کے اپنی زندگی کلنکت کرونگا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں جا اسکا ڈولہ واپس کر دے۔ مجھ کو یہ مطلق منظور نہیں کہ ایک ایسے خیال کو لے کر جسکے انجام کا ابھی کچھ پتہ نہیں۔ تیری تمام زندگی تلخ کر دوں + بیٹا اگر ایشور کو میرے خاندان کا نام ہی قایم رکھنا منظور ہے۔ تو تیرے ہی سے رکھیگا۔

دیوبرت - جو کچھ آپ نے فرمایا۔ درست ہے۔ لیکن کیا یہ میرا فرض نہ تھا۔ کہ میں آپ کی خوشنودی حاصل کروں۔ اور حق فرزندی سے سبکدوش ہوں۔ مہاراج! مجھ کو آپ کے اس حکم کی تعمیل کرنے میں بھی ہرگز انکار نہیں کیونکہ میں آپ کی خوشنودی کو ہی سعادت دارین سمجھتا ہوں۔ اور اسی میں اپنی بہتری جانتا ہوں۔ مگر افسوس! مجبور ہوں۔ میں اسکو اپنی ماتا کا قائمقام سمجھ کر لایا ہوں۔ اب واپس کروں۔ تو کیونکر؟

مہاراجہ - میرے عزیز میں خوش ہوں۔ کہ تو اپنے حقوق اچھی طرح سمجھتا اور ان پر عملکرتا ہے۔ لیکن میرا بھی تو کچھ فرض ہے۔ کیا میں ایسا کر کے دُنیا میں نیکنام رہ سکتا ہوں؟ نہیں! ہرگز نہیں!! پس مناسب یہی ہے کہ اسے واپس

کردے *

دیوبرت - آپ نے جو کچھ فرمایا۔ درست اور بجا ہے۔۔ اس میں کلام نہیں۔
کہ باپ کو اپنے بیٹے کا ایسا ہی خیال رکھنا ضروری اور لازمی ہے۔ لیکن
آپ کا یہ فرمانا۔ کہ دنیا کیا کہے گی۔ اور آپ کی نیکنامی پر دھبہ لگیگا۔ تصحیح کا
محتاج ہے۔ مہاراج آپکا وقت اب آرام کرنے کا ہے نہ کہ تشویش میں پڑنیکا
اور وہ تشویش تب ہی دور ہو سکتی ہے۔ جب ایسا ہو۔ علاوہ ازیں یہ بالکل ناممکن
ہے۔ کہ سیتہ وتی کو واپس کر دیا جائے۔ اور میں اسے یہ کہنے کی جرأت کروں۔
کہ جا! چلی جا!! شرکان! میری حمیت مجھے اجازت نہیں دیتی۔ کہ جسے میں
ایکدفعہ اپنی والدہ کا قایم مقام سمجھ کر لایا ہوں۔ اسے اسی طرح ذلیل کروں۔ ہاہا!!
خود ہی فرمایئے۔ کیا میں ایسا کر کے کشتریوں میں منہ دکھا سکونگا؟ نہیں!
ہرگز نہیں!! کیا لوگ مجھے مکار نہ کہینگے۔ کہ میں نے پرتگیا کر کے واپس لے لی
محض اس خاطر کہ میری آیندہ زندگی آرام سے گذرے! تف ہے ایسے جینے
پر۔ شرکان! میں تو ایسی شرمناک نظیر دنیا میں قایم کرنے کے لیئے ہرگز
تیار نہیں ہوں۔ اب تو جو ہونا تھا۔ سو ہو چکا *

دیوبرت کی اس لاجواب تقریر نے مہاراجہ شنتنو کو حیرت کا پتلا بنا دیا
وہ دریائے حیرت میں ڈوبا ہوا! اسکے چہرے کی طرف دیکھنے کا دیکھتا رہ گیا
اسکی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ اب کہوں تو کیا کہوں۔ آخر کچھ دیر کے بعد اس کے دماغ
نے جو فیصلہ دیا۔ وہ یہی تھا۔ چونکہ یہ اپنے ارادے کا پکا اور مستقل مزاج ہے
اس لئے ہزار سر ماروں۔ لاکھ یتن کروں۔ اسکے خیالات کا بدلنا مشکل ہی نہیں
ناممکن ضرور ہے۔ میرا زیادہ کہنا فضول ہے۔ آخر نتیجہ اسکا یہ ہوا۔ کہ
مہاراج کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

چاک کو تقدیر سے ممکن نہیں کرنا رفو
سوزنِ تقدیر گو ساری عمر سیتی رہی

اچھا بیٹیا! جو ایشور کی اچھیا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگا۔ "اُرے پرماتمن! دیوکی سد بو کال رکھشا کیجئو۔ اور اسے شکتی دیجئو۔ کہ تیری ہی بھگتی کرتا ہوا میرے خاندان کا ستارہ بن کر چمکے"۔

باب ششم

چتر انگد اور چتر ویریہ

وقت گذرتا معلوم نہیں ہوتا۔ سکنڈوں سے منٹ اور منٹوں سے گھنٹے اور گھنٹوں سے دن مہینے اور سال بنکر اس طرح گذرنے لگتے ہیں کہ انسان کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ گو بظاہر کہنے میں آتا ہے۔ کہ فلاں شخص اتنی عمر کا ہوا۔ مگر دراصل اس کی عمر کا حصہ گذر رہا ہے۔ بقولیکہ ؎

دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہے آتا نہیں پھر کر جو نفس جاتا ہے
جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا یہاں اور گرہ سے اک برس جاتا ہے

اسواسطے انسان کو واجب ہے کہ جو کار ثواب ہو سکے۔ کرلے بقول ؎

نیکی کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

راجہ شانتنو کی شادی ستیہ وتی سے حسب رواج زمانہ ہوگئی۔ اور وہ رہنے سہنے لگے۔ اس طرح سال دو سال کا عرصہ بھی گذر گیا۔ اُس معبود حقیقی نے اپنا فضل کیا۔ ستیہ وتی گربھ وتی ہوگئی۔ اور اس کے بطن سے ایک دُرِ شہوار

نیک کردار فرزند ارجمند عالم ظہور میں آیا۔ جسکا نام اس صفحۂ ہستی پر چیتر انگد قرار پایا۔ اِس کے بعد ایک اور لعل درخشاں اُس کانِ جواہر سے ہویدا ہوا۔ جسکا نام راجہ شانتنو نے وچتر ویریہ رکھا +

راجہ شانتنو کو اپنے دونوں لختِ جگر کے پیدا ہونے کی جو خوشی ہوئی۔ اسکا اندازہ وہی خود اچھی طرح لگا سکتا ہے۔ جسکا دامن گوہر مراد سے پُر ہو چکا ہے مگر افسوس ابھی مہاراجہ نے اپنے غنچہ ہائے نو دمیدہ کے شگفتہ ہونے کا زمانہ نہ دیکھا تھا۔ کہ نقارہ کوچ بجگیا یعنے چند یوم کچھ یونہی سا علیل رہ کر اس دارِ فانی کو خیر باد کہہ کر ملک بقا کو چلدیا +

مگر واہ رے شیر کیوں نہ ہو! راجپوتی خون آخری وقت میں بھی اپنا جوہر دکھائے بغیر نہ رہا۔ جو دُھن راجہ کے دماغ میں پہلے سے سمائی ہوئی تھی۔ اُس نے بادِہر سر کا کام کیا آپنے آخری وصیت بھی کی تو وہی کی۔ کہ میرے بعد وارث تخت راجکمار دیو یعنے بھیشم ہے۔ اور اسکو اختیار ہے۔ خود حکومت کرے۔ یا اپنے کسی بھائی سے کرلئے +

اگرچہ مہاراجہ نے اپنا خیال پورا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکن بھیشم کو یہ کب گوارا تھا۔ کہ جو پرن وہ پہلے کر بیٹھا ہے اُس سے سرمُو تجاوز کرکے اپنی کشتری ہرنا کو دھبہ لگائے۔ تاج و تخت کے لالچ میں دھرم گنوائے۔ راجہ شانتنو کے مرتک سنسکار سے الفراغ حاصل ہوتے ہی اُس نے رانی ستیہ وتی سے مشورہ کرکے راجکمار چیتر انگد کو شاہی تخت پر بٹھایا۔ اور خود انتظام سلطنت میں اسکا مشیر بن گیا۔ تاکہ نظامِ سلطنت میں فرق نہ آئے +

راجکمار چیتر انگد گو ابھی نہایت خورد سال اور طریق حکومت و معاملات سیاست میں ناتجربہ کار تھا مگر اس کے جسم میں شاہی نسل کا خون بھرا ہوا تھا۔ عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اُس کی چار آنکھیں ہوگئیں۔ کشتری خون نے

جوش مارا۔ یہ شیور پر بھروسہ کیا۔ اور اپنی قوت بازو سے اس کوشش میں ہمہ تن مصروف ہوا۔ کہ وہ اپنے آپ کو ایک ایسا حکمران ثابت کرے۔ کہ انصاف سپہ گری اور شجاعت میں کوئی دوسرا اس کی ہمسری نہ کر سکے کسی کو اس کے حریف بننے کی تاب نہ ہوسکے۔ اس کی جرأت قابل داد تھی۔ اُس کا حوصلہ اس قدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ وہ باوجود نو عمر ہونے کے بعض اوقات بھیشم کے صلاح ومشورہ اور امداد کے بغیر ہی بڑے بڑے سرکش سرداروں کی سرکوبی کو تنہا آمادہ ہو جاتا تھا۔

ایک بار شمالی ہند میں ایک گندھرب[1] سے ایسا مقابلہ کیا۔ کہ بایدو شاید متواتر تین سال بازار کارزار گرم رہا۔ وہ معرکہ آرائی کی۔ کہ صفحہ ہستی پر ہمیشہ کو یادگار قایم کر دی۔ اس نو عمر جرار شہزادہ نے خوب ہی بے جگری سے داد شجاعت دی۔ دشمن کے وہ دانت کھٹے کئے۔ کہ الامان۔ الامان پکار اُٹھے۔ مگر اُسکا بادہ زندگی لبریز ہو چکا تھا۔ فتح ونصرت نے ساتھ چھوڑ دیا۔ شہزادہ کی باوجود جان توڑ لڑائی کرنے کے آخر الامر تین سال کے بعد ایک ایسا زخم کاری لگا کہ جس نے اُبھرنے نہ دیا۔ لیکن اس نے یہ ثابت کر دکھایا۔ کہ سورما اس طرح تلوار کی دھار پر قربان ہوا کرتے ہیں۔ اس شہزادہ کی مفارقت سے اس کی ماں ستیہ وتی کا جگر پاش پاش ہو گیا۔ اُس کا دل ماتم کدہ بن گیا مدت مدید تک اپنے بہادر لڑکے کے غم والم میں تڑپا کی۔ اور تابہ عمر اُس کی تصویر رانی ستیہ وتی کی آنکھوں میں پھرتی رہی۔

راجکمار چیتر انگد کے عین عنفوان شباب میں داغِ مفارقت دیئے جانے کے بعد اب یہ سوال پیش ہوا۔ کہ عنانِ حکومت کس کے ہاتھ میں رہے بعد جدوجہد بسیار یہ قرار پایا۔ کہ دوسرا راجکمار وچتر ویریہ اپنے بھائی چیتر انگد کا

---

[1] یہ وہ فرماں روا تھا۔ جسکے ماتحت راگ ودیا کے جاننے والے کثرت سے تھے اور اسکے معاون بہت سے حکمران تھے۔ اور یہاں کی استریاں اکثر اپسرا کہلاتی تھیں +

جانشین ہوا۔ اور بھیشم بدستور اُسکا مشیر و معاون رہے۔ چنانچہ بڑی دھوم
دھام اور خوشی تمام سے رسمیاتِ راج تلک سرانجام پائیں۔ اور عنانِ حکومت
اب وچترویریہ کے ہاتھ میں آگئی۔ مہابھارت میں مرقوم ہے۔ کہ وچترویریہ بڑا
نیکدل اور منصف مزاج راجہ تھا۔ اور یہ بھیشم کے مشورہ کے بغیر کوئی کام
نہ کرتا تھا۔

جب وچترویریہ سنِ بلوغ کو پہنچا۔ تو بھیشم کو اس کی شادی کی فکر ہوئی۔
اُنہوں نے بہت سے جاسوس ہر چہار طرف روانہ کیئے۔ تاکہ وہ کسی ایسی راج
کماری کا کھوج نکالیں جو ہر پہلو سے وچترویریہ جیسے عالی مرتبت والا گوہر
صاحب فہم و فراست ذی اقتدار شہزادہ والاشان کے شایاں ہو ٭

اتفاق سے انہی دنوں معلوم ہوا۔ کہ کاشی نریش کے یہاں سوئمبر
کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے ہو رہی ہیں۔ اُسکے تین راجکماری ہیں
اور وہ ہر سہ کو ایک ساتھ ہی بیاہ دینا چاہتا ہے۔ اور اس سوئمبر کو ایک
غیر معمولی سوئمبر بنانے کی غرض سے تمام راجے اور مہاراجے شریک ہونگے۔

بھیشم نے اس خبر مسرت اثر کو سنا۔ اور اس کے انتظار میں گھڑی گھڑی
پل پل گننے لگا۔ کہ کب وہ وقت آئے۔ کہ شہزادہ وچترویریہ کے سر پر سہرا بندھا
ہوا دیکھے۔ کچھ دنوں کے بعد سوئمبر کا وقت قریب آیا۔ بھیشم نے رانی ستیہ وتی
سے مشورہ کیا۔ اور چند ارکین سلطنت کو ہمراہ لے کر رتھ ہائے
باد رفتار پر سوار ہو کاشی کی طرف چلدیا ٭

یہ عین اُس وقت پر کاشی پہنچا۔ کہ جب سوئمبر کی رسم رچی جا چکی تھی۔ ہر ایک
راجہ قرینہ سے اپنے مراتب کے مطابق بیٹھ چکا تھا۔ اور کاشی نریش کی
تینوں راجکماریاں زرق برق پوشاکیں زیب تن کیئے جیمال ہاتھوں میں لے
کر سوئمبر کی بہار کا نظارہ دیکھ رہی تھیں۔ جدھر سے وہ نکل جاتی تھیں۔ گویا
بجلی کوند جاتی تھی۔ ہر ایک راجہ کی آنکھ اِن کے فرش کا کام دے رہی

تھیں۔ ہر ایک کے دلمیں یہی اُمنگ تھی۔ کہ یہ دُرِ نایاب میرے ہاتھ آئیں۔ تو دامن
آرزو کو ہر مراد سے پُر ہو۔ دوسری طرف اس زمانہ کے رواج کے مطابق بھاٹ لوگ
سوئمبر میں ڈٹے ہوئے ہر ایک راجہ کا کل بکھانتے ہوئے اس کی اور اسکے آبا و اجداد
کی فضیلت کا اظہار کر رہے تھے۔ اور اس بات کے منتظر دکھائی دیتے تھے۔ کہ کب شاہی
حسب انتظام رسوم سوئمبر نافذ ہوتا ہے۔

ابھی اس سین کا پردہ بدلنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ ہمارا ہیرو (بھیشم) شیر نر کی
طرح گرجتا ہوا آ پہنچا۔ اور تمام راجوں مہاراجوں کو گھورتا تاڑتا اور مونچھوں پر تاؤ دیتا
ہوا بڑی آن بان سے جا کر بیٹھ گیا۔ ادھر فوراً ہی مجلس کا رنگ بدل گیا۔ حاضرین کی
نگاہیں بڑی بیتابی سے اُس پر پڑیں۔ بزدلوں کے سینے دھڑک اُٹھے۔ دلاوروں نے اپنی اپنی
شمشیروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ اور سرگوشیوں کا بازار گرم ہو گیا۔

اسوقت حاضرین کے دلمیں اگر کوئی خیال دورہ کر رہا تھا۔ تو یہی تھا۔ کہ "اس نے
تو تمام عمر برہمچاری رہنے کی پرتگیا کی ہوئی ہے۔ یہاں آیا ہے۔ تو کیونکر؟ اس کا یہاں
آنا خالی از علت نہیں"۔ یہ لوگ تو انہی خیالات کی دُھن میں مستغرق تھے۔ کہ اتنے میں
تینوں راجکماریاں لباس عروسی سے سج دھج کر دربار سوئمبر میں داخل ہوئیں۔ اور
ان کے داخل ہوتے ہی حاضرین کے منتشر شدہ خیالات یکسو ہو گئے۔ اور بڑی بیقراری
سے ان کی نگاہیں آنکھوں سے نکل نکل کر راجکماریوں پر پڑنے لگیں۔ اور وہ خراماں
خراماں دربار سوئمبر میں سے گذرتی اور حاضرین کے دید شوق کو بڑھاتی ہوئیں جونہی
بھیشم جی کے قریب پہنچیں۔ بہادر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ بڑی سرعت سے شیر ببر کی
طرح گرج کر یہ کہتا ہوا اٹھا۔ "لو میں ان تینوں کو لئے جاتا ہوں۔ جس کا حوصلہ پڑے
سامنے آئے"۔

آہ! اس ہیبت ناک آواز کو سنتے ہی نازک بدن کنواریوں کے دل سہم گئے۔ اور
حیرت زدہ ہو کر بھیشم کی طرف دیکھنے لگیں۔ کہ اتنے میں ہمارا جرنیل بلائے ناگہانی کی
طرح ان پر جا لپکا اور جھٹ تینوں کو اٹھا اٹھا کر رتھ پر بٹھا کر چلتا نظر آیا۔

اسوقت بزدل تو حواس باختہ ہو اس کیطرف دیکھنے کے دیکھتے رہ گئے۔ مگر دل کے دلاور اور میدان کے بہادر نہایت تندی اور تیزی سے اُٹھے۔ اور ایکبارگی بجلی کیطرح کڑک کر بھیشم جی پر ٹوٹ پڑے۔ حملہ پر حملہ ہونے لگا۔ تیر و تفنگ کی بوچھاڑ نے عجیب نظارہ دکھا دیا۔ بہادروں کے نعروں اور کمانوں کی کشاکش سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ دلاور کشتریوں کی آنکھوں سے خون برس رہا تھا۔ ہر ایک آگے بڑھ کر دشمن کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ غرض وہ عظیم الشان جنگ ہوا کہ آن کی آن میں ہزاروں بہادر تلوار کے گھاٹ اُتر گئے۔ زمین خون شہیدان سے لالہ زار بن گئی۔ کشتوں کے پُشتے لگ گئے۔ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ طوفان برپا ہو گیا۔ کسی نے بھی اپنی طرف سے کسر باقی نہ چھوڑی۔ اور وہ ہاتھ دکھائے۔ کہ شمشیر دو پیکر بھی اپنا مُنہ موڑ گئی۔ مگر ہمارے برہمچاری بھیشم کے جوش جنگ جوئی نے حملہ آور راجگان کے ہوش اُڑا دیئے۔ کچھ تو میدان میں کام آئے۔ اور جو بچے۔ سر وں پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ شجاع بھیشم سب کو نیچا دکھا کر فتح و نصرت کا جھنڈا اڑاتا ہوا ہستناپور کی طرف روانہ ہوا۔

ابھی بھیشم تھوڑی دور ہی پہنچا تھا۔ کہ راجہ سال معہ اپنے لشکر جرار کے تعاقب کرتا ہوا سر پر آن پہنچا۔ جس کے دیکھتے ہی بھیشم جی نے کہا "او بے غیرت پھر آیا۔ شرم نہیں آتی"؟ اس کے ساتھ ہی شیر کی طرح گرجتا ہوا مقابلہ میں آ ڈٹا۔ اور جانبین کی فوجوں کے پرے جم گئے۔ ہر ایک اپنے داؤں گھات کے وار کرنے لگا۔ راجہ سال کی جرأت واقعی قابل تحسین تھی۔ اُس کے جوش و خروش کو دیکھ کر اُن حریفوں کے مُنہ میں بھی پانی بھر آیا۔ جو ابھی نیچا دیکھ کر اور دُم دبا کر ہار مان کر بھاگ گئے تھے۔ پھر کمربستہ ہو۔ لڑنے کی ٹھانی۔ اور بڑے جوش خروش کے ساتھ حملہ آور ہوئے۔

بہادر خوب دل کھول کر جنگ و جدل میں مصروف تھے۔ مگر جونہی راجہ سال یلغار کرتا ہوا بھیشم کے قریب پہنچا۔ تو ان راجوں نے جو دور سے تماشہ دیکھ رہے تھے

ایک پرجوش نعرہ بلند کر کے کہا۔ کہ "مار لیا اب جانے نہ پائے" بھیشم اتنا سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ گویا ان الفاظ کے برداشت کی تاب نہ لا سکا۔ اور فوراً شیر ببر کی مانند گرج کر ایک ایسا سخت حملہ کیا۔ کہ غنیم اسے جھیل نہ سکا اور تمام فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور راجہ سال کے چاروں گھوڑے چاروں شانے چت زمین پہ آ رہے۔ اور بھیشم اسے زندہ گرفتار کر لایا۔ اور وہ مجبور و معذور اسی حالت میں بہادر اور فتحمند بھیشم کے ہمرکابی میں دارالخلافت ہستناپور میں پہنچا۔

"واقعی یہ نازک معاملہ ہے"

بھیشم کے ہستناپور واپس آنے کے دوسرے دن رانی ستیہ وتی اور بھیشم کے درمیان ان راجکماریوں کی نسبت جن کو بھیشم اپنی جان پر کھیل کر لایا تھا۔ تذکرہ ہونے لگا۔ اثنائے گفتگو میں رانی نے کہا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ کاشی نریش کی بڑی لڑکی کا ارادہ راجہ سال سے شادی کرنے کا تھا۔ اور خود راجہ کاشی کی بھی یہی خواہش تھی۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس معاملہ پر خوب غور کر لیا جائے۔ اور اس کی نسبت جو مناسب تجویز ہو۔ وہ کی جائے تاکہ آئندہ کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اور جگت میں رسوائی نہ ہو۔

رانی ستیہ وتی کی اس گفتگو نے بھیشم جی کے دل کو ہلا دیا۔ وہ گہرے سوچ میں غلطاں و پیچاں رہ کر کچھ دیر کے بعد بولے کہ "واقعی! یہ بڑا نازک معاملہ ہے۔ اچھا ہوا۔ جو خبر وقت پر مل گئی۔ ورنہ اس بیچاری کی ضمیر کا ناحق خون ہوتا۔ اور سنسار میں ہماری بدنامی۔

ماتا! اگر کاشی نریش اپنی دختر کلاں کی شادی راجہ سال سے کرنی چاہتا اور خود انبا بھی راجہ سال کی دھرم پتنی ہونا چاہتی ہے۔ تو یہ خلاف انصاف ہوگا۔ کہ ان دونوں کی باہمی شادی نہ کرائی جائے۔ میں اس کے برعکس کسی صورت میں بھی پسند نہ کروں گا۔" بہادر بھیشم نے یہ کہا۔ اور راجکمار انبا کو راجہ سال کے حوالے کر کے اُسے باعزت و احترام تمام رخصت کیا۔ اور باقی دونوں راج کماریوں انبکا اور انبالکا کی شادی مہاراجہ وچتر ویریہ کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے کر دی۔

اگرچہ شادی خانہ آبادی کو کامل سات سال ہو گئے۔ اور اس دوران میں مہاراجہ وچتر ویریہ اپنی زندگی بڑے عیش و آرام اور طمانیت کے ساتھ بسر کرتا رہا۔ اور نظام سلطنت کو پورے طور سے سرانجام دے کر عدل انصاف کی وہ داد دی۔ کہ سارے جہان میں دھاک بندھ گئی۔ مگر افسوس اس کا گھر بے چراغ ہی رہا۔ اور ابھی عالم شباب ہی تھا۔ کہ موذی موت نے اپنا پنجہ دراز کیا۔ سچ ہے۔ "دیلہ رزق بہانہ موت۔ دفعتہ مرض سینیس (Consumption) نے آدبایا۔ راج کے ویدوں اور طبیبوں نے ہزار سر مارا۔ لاکھ کوشش کی لیکن ایک نہ بن پڑی۔ مشہر بیمار کو مطلق افاقہ نہ ہوا۔ جو دوائی دی۔ اُلٹی پڑی۔ سچ ہے۔ ٹوٹی کی بوٹی ناپید ہے۔ آخرش دُنیا سے مُنہ موڑ۔ یگانوں بیگانوں سے رشتہ تعلق قطع کر شربت مرگ کا جام نوش کیا۔ اور ایسا سویا۔ کہ پھر نہ اُٹھا۔

یوں تو اس حادثہ جانکاہ اور سانحہ ہوش رُبا نے سارے شاہی خاندان

میں کھلبلی مچادی تھی۔ مگر اس کا اثر جو مہارانی ستیہ وتی کے شیشہ دل پر
پڑا۔ وہ قابل بیان نہیں۔ قلم کو اسقدر طاقت کہاں۔ جو اس کا اظہار کر سکے
ہیچ ہے۔ ماں کی مامتا اور پیٹ کی آگ بُری ہوتی ہے۔ اُسے اپنے تن بدن
کی ہوش نہ تھی۔ شب و روز گریہ وزاری میں بسر کرتی تھی۔ کوئی وقت
ایسا نہ تھا۔ کہ وہ اسے بھُول جائے۔ غرض دِن رات متفکر رہنے سے سُوکھ کر
کانٹا ہو گئی۔ ہزار اپنے دل کو سمجھاتی۔ مگر وہ نہ مانتا۔ آخر طاقت و صبر و شکیبائی
نے جواب دے دیا۔ کون نہیں جانتا۔ کہ یہ صدمہ کیسا جانگداز ہوتا ہے۔ اُف
ری موت! اور موت بھی کیسی جوان کی موت۔ کیا یہ ایسی چیز ہے۔ جسے
لوگ جلد اپنے دل سے بُھلا سکیں؟ نہیں! ہرگز نہیں!! سارے دارالسلطنت
میں کوئی گھر ایسا نہ تھا۔ جہاں اس موت کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ جو سُنتا۔ کلیجہ
تھام کر رہ جاتا تھا۔ مگر وہ ایشور پر ماتما جب ایسا رنج و محن دیتا ہے۔ تو
کلیجہ بھی پتھر کا بنا دیتا ہے۔ آخر ش موت کا علاج بجز صبر اور کیا ہو سکتا
ہے۔ دل کو چند روز تو قلق رہتا ہے۔ پھر ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہر ہی
جاتا ہے۔ اسی طور رانی ستیہ وتی کو بھی چار و ناچار اپنی چھاتی پر صبر کی
سل رکھنی پڑی۔ اور اپنے لخت جگر کی دونوں رانیوں کو چھاتی سے لگا کر
دل کو تسلی دینے لگی۔ کیونکہ ان کے دل بھی دریائے غم میں ڈوبے ہوئے
تھے۔ لہٰذا ضروری تھا۔ کہ ان کے زخموں پر بھی مرہم شفقت رکھا جائے
تاکہ جو ٹھیس اُن کے ننھے کلیجوں کو لگی ہوئی ہے۔ اس سے وہ چکنا چُور
نہ ہو جائیں۔ کہیں اور لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ ان سب باتوں کو مدنظر رکھ
کر رانی ستیہ وتی نے مہربان ماں کی طرح ان کو اپنے کنار الفت میں لیا۔ اور
چادر الفت میں لپیٹ کر اپنے سایہ میں پناہ دی۔ اُس کو ان کے ساتھ اسقدر
محبت ہو گئی۔ کہ ان کے دیکھے بغیر اُسے ایک سیکنڈ چین نہ پڑتا تھا۔ یہی نہیں
بلکہ ان دونوں لڑکیوں کو بھی اپنی خوشدامن سے ایسی محبت ہو

گئی تھی۔ کہ وہ بھی اُس کا آنکھ سے اوجھل ہونا گوارا نہ کر سکتی تھیں۔ اور
ہیچ بھی ہے۔ دل کو دل سے تعلق ہوتا ہے۔ تو مجھ کو میں تجھ کو۔ یہ کلیہ
قاعدہ ہے۔ کہ محبت کا جواب محبت اور نفرت کا جواب نفرت ہے۔

باب ہشتم

"ماتا آپ نراش نہ ہوں"

چترانگد اور وچتر ویریہ کے دیہانت کے بعد مہارانی ستیہ وتی کو یہ تشویش
دامنگیر ہوئی۔ کہ اب تاج و تخت کا وارث کون ہوگا؟ بھیشم نے تو یہ پرتگیا
کی ہوئی ہے۔ کہ میں عنان حکومت کبھی اپنے ہاتھ میں نہ لونگا۔"

غرض ان پریشان خیالات نے ایسی زبردست ریشہ دوانی کی۔ کہ
رانی ستیہ وتی کو نہ دن میں چین۔ اور نہ رات کو نیند۔ ہر وقت یہی خیال
اس کے نازک دل کو چٹکیاں لے کر ویاکل کر رہا تھا۔ اور اسی ادھیڑ
بُن میں وہ ہمیشہ رہتی تھی۔ کہ اب کروں تو کیا کروں۔ بات بنے۔ تو
کیونکر؟ ہائے! ودھاتا کیا سچ مچ دیوبرت کی زندگی تک ہی یہ خاندان
محدود ہے۔ اس کے بعد کوئی بھی مہاراجہ پرتیپ اور شانتنو کا نام
لیوا نہ رہے گا؟ اُف! یہ ایک ایسا خیال تھا۔ جو مہارانی کے دماغ میں
پیدا ہو کر اُسے بحرِ غم میں ڈبو دیتا تھا۔ اور وہ اپنے نازک بائیں ہاتھ سے
سر کو تھام کر پہروں سوچتی رہتی تھی۔ چنانچہ ایک روز اسی خیال
میں مستغرق بیٹھی تھی۔ کہ دیوبرت اس کے کمرے میں آیا۔ اور اُسے

معلوم تک نہ ہوُا۔ مہارانی ستیہ وتی کو اس غیر معمولی حالت میں دیکھ کر دیوبرت نے کہا۔

ماتا! آج کس سوچ میں ہو۔ طبیعت تو اچھی ہے؟ یہ سنتے ہی مہارانی نے آنکھ اُٹھا کر دیوبرت کی طرف دیکھا۔ اور سرد سانس لے کر کہنے لگی۔ دیو! کیا بتاؤں۔ اور تو سب کوشل ہے۔ لیکن بیٹا! ایک خیال ہے۔ جو رہ رہ کر میرے دل کو پریشان کر رہا ہے۔ کہ اس خاندان کا دار و مدار اب صرف تمہاری ذات تک .... یہ کہا اور خاموش ہو گئی۔

ستیہ وتی کو اس حالت میں دیکھ کر بھیشم جی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ماتا جی! آپ چپ کیوں ہو گئے۔ کس سوچ میں پڑ گئے۔ بتاؤ تو سہی۔ بات کیا ہے؟ ستیہ وتی نے کہا۔ دیو! جیسے کسی منش کو شُبھ کرموں کے کرنے سے سورگ ملتا ہے۔ اور ستیہ بھاشن (سچ بولنے) اور شیلتا سے آیو کی بردھی ہوتی ہے۔ ایسا ہی اپنے خاندان کی رکھشا کرنے کا پھل ہے۔ ان سب باتوں کو تم بھلی بھانت جانتے ہو۔ زیادہ بستار کی ضرورت نہیں۔ اب ایسا یتن کرو۔ کہ جس سے تمہارے پتا کا بنس ناش کو پراپت نہ ہو۔

بھیشم۔ ماتا جی! جو کچھ آپ نے کہا ہے درست ہے۔ میں خود اسی فکر میں مبتلا ہوں۔ لیکن کروں تو کیا کروں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح اس بنس روپی نیّا کو ڈوبنے سے بچاؤں۔

ستیہ وتی (سرد سانس لے کر) دیو! وچتر ویریہ تیرا پیارا بھائی نامراد چل بسا اور ہمیں دُکھ ساگر میں ڈبو گیا۔ اب بنس کا برقرار رکھنا صرف تمہاری ہی ذات پر منحصر ہے۔ یدی تمہارا خیال ہو۔ کہ تم نے پرتگیا کی ہوئی ہے۔ کہ تمام عمر برہمچاری ہی رہو گا۔ سو پیارے دیو! آپت کال میں اس کے اولنگھن کرنے سے تم پر کوئی دوش لگا نہیں سکتا۔ اور نہ ہی تم پاپ کے بھاگی بن سکتے

ہو۔ کیونکہ بنس کی رکھشا کا پھل اتی اوتم ہے۔

بھیشم ماتا جی! کیا آپ سمجھتی ہیں۔ کہ میں اپنی پرتگیا کو واپس لونگا۔ اور اس کا پالن نہ کرونگا۔ نہیں! ہرگز نہیں!! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ

چندر ٹرے سورج ٹرے ٹرے جگت بیوہار
ہم باچا مائی نہ ٹرے ٹرے ہمنچل پہاڑ

یدی پرتھوی اپنے گن چھوڑ دے تو سمبھو ہے تارے آسمان سے زمین پر آجائیں۔ تو ممکن ہے۔ جل والیو آدی بھی اپنے گنوں سے رہت ہو جائیں۔ تو میں کہہ نہیں سکتا۔ لیکن یہ بالکل ناممکن ہے کہ دلوا اپنی پرتگیا کو اولنگھن کر کے اس کا پالن نہ کرے۔ ماتا! نشچے جان۔ جب تک اس جسم میں جان ہے۔ میں اپنی پرتگیا سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا

بھیشم جی کا یہ خشک جواب سن کر مہارانی ستیہ وتی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بڑی حیرانگی سے اس کے منہ کی طرف دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ ادھر بھیشم جی ماتا کو اس حالت میں دیکھ کر تشویش میں پڑ گئے۔ اور بعد بڑے غور وخوض کے بولے۔ "ماتا جی آپ نراش نہ ہوں۔ فکر نہ کریں۔ اسکے متعلق مجھے ایک اور تدبیر سوجھی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ ایسے ہی آپت کال میں بنس کو قائم رکھنے کیلئے رگوید میں ہدایت ہے۔ کہ یدی کسی بنس کا ناش ہوتا ہوا جان پڑے۔ تو اس بنس کی استری اپنے اتھوا اپنے سے اوچ بنس کے پرش سے نیوگ کر کے سنتان اتپن کرے۔ اور ایسی سنتان وہی حقوق رکھتی ہے۔ جو بیاہتا پتی کی۔ اس کے متعلق منو جی مہاراج بھی اسی وشے پر لکھتے ہیں دیکھو شلوک ۱۶۵

और स क्षेत्र जो पुत्रो पितु रिक्थस्य भा-
गिनो ॥ दश्या परन्तु ... शा गोत्र रिक्थयोः

اس لئے اے ماتا! یدی آپ کی آگیا ہو۔ تو امبکا اور امبالکا کے بطن سے کسی یوگیہ پرش سے سنتان اتپن کرانے کا وچار کیا جائے۔

ستیہ وتی - میری طرف سے تم مختار ہو۔ جس طرح مناسب خیال کرو بنس کو اس تباہی سے بچاؤ۔ ہاں اسقدر ضرور خیال رکھنا ہوگا۔ کہ کوئی ایسی بات ظہور پذیر نہ ہو۔ جس سے خاندان کو کلنک لگنے کا احتمال ہو +

بھیشم - اس بارے میں آپ نشچنت رہیں۔ خوب سوچ سمجھ کر اس کام کے کرنے میں ہاتھ ڈالا جاویگا۔ چنانچہ اراکین سلطنت اور برہمنان دور اندیش کو جمع کر کے دیر تک اس وشے پر وچار ہوتا رہا۔ آخر بڑے غور و خوض کے بعد اتفاق رائے سے فیصلہ ہوا۔ کہ فی زمانہ بجز **ویاس جی** کے کوئی اور نظر نہیں آتا اور جب یہ خبر مہارانی ستیہ وتی کے کانوں تک پہونچی تو اس نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔ کہ بیشک وہ اس کام کے یوگیہ ہے چنانچہ سب متفق پاکر ویاس جی سے پرارتھنا کی گئی۔ اور حسب دستور اسوقت کے شاستر مریاد انکول ایک دن مقرر کیا گیا +

لہ اگرچہ موجودہ مہابھارت کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ مہارانی ستیہ وتی نے بھیشم جی سے بیاس جی کی پیدائش اور پراشر جی سے سماگم کرنیکا بر تانت ظاہر کر کے خود ویاس جی کو اس کام کے لئے منتخب کیا تھا۔ مگر قیاس اسکو تسلیم کرنے سے گریز کرتا ہے اور نہ ہی کوئی اہل عقل اسکو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوگا۔ کیونکہ جس حالت میں بموجب قول مصنف مہابھارت ستیہ وتی جبکہ اسکا تعلق ایک شودر کے خاندان سے تھا۔ رشی پراشر کے ہاتھ پکڑ لینے سے انگبر اگر یہ کہتی تھی۔ کہ "مہاراج میں کنواری ہوں میرے باپ نے ابھی کسی کے ساتھ میری شادی نہیں کی۔ اگر میری بکارت زائل ہو جائیگی تو میری سخت بے عزتی ہوگی راجہ ڈنڈ دیگا" برعکس اسکے اس موقعہ پر جبکہ اسکو ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق ہے۔ اور بھارت ورش کے عظیم الشان مہاراجہ کی رانی ہونیکا فخر ہے۔ اپنے لڑکے وہ بھی سوتیلے سے اپنے ایسے شرمناک فعل کا اظہار کرے اور بیاس کو اپنا لڑکا بتلائے۔ نہیں کبھی نہیں! وہ ضرور چھپاتی بلکہ بیاس کا نام ہی سننے سے گھبراتی کیونکہ مدعا الصدر تحریر صاف بتلا رہی ہے کہ اسوقت بھی کسی کنواری لڑکی سے ایسا فعل سرزد ہونا باعث ندامت تھا بس صاف ظاہر ہے کہ موجودہ مہابھارت کا ایسا ظاہر کرنا کہ ویاس کو ستیہ وتی نے منتخب کیا تھا۔ بالکل غلط ہے +

باب نہم

اچھا کچھ مضائقہ نہیں!

تاریخ مہابھارت سے واضح ہوتا ہے۔ کہ امبکا کے بطن سے دہرت راشٹر[ل]
اور امبالکا سے پانڈ اور داسی کے بطن سے بدر پیدا ہوا *
ان ہر سہ فرزندوں کو دیکھ کر ستیہ وتی نہایت عجز سے پرماتما کے حضور شکرانی
جسکے انوگرہ سے راجہ پرتیپ کے خاندان کا ٹمٹماتا ہوا چراغ پھر روشن دکہائی
دیتا تھا۔ جب تک یہ تینوں راجکمار سن بلوغت کو نہ پہونچے۔ بھیشم تمام
ان کی تعلیم و تربیت میں بدل کوشاں رہا۔ اور کوئی بھی دقیقہ ان کو علم و
ہنر میں بے نظیر بنانے کا فروگذاشت نہ کیا۔ مختصر یہ کہ پانڈ فن تیر اندازی
میں تمام کمانداروں میں ممتاز ہوا۔ دہرت راشٹر زور و توانائی میں
سبقت لے گیا۔ اور ودر نیکوکاری میں شہرہ آفاق ہوا۔ اگرچہ بموجب قوانین
سلطنت و آئین خاندان دہرت راشٹر مستحق تاج و تخت تھا۔ مگر نابینا
ہونے کے باعث محروم رہا۔ اور پانڈ تخت حکومت پر رونق افروز ہوا
اب بھیشم تپار کو یہ فکر دامنگیر ہوئی۔ کہ ان ہر سہ کی شادی کی جائے۔ چنانچہ
دہرت راشٹر کی شادی گندھار کے راجہ سُبل کی

[ل] لکہا ہے کہ دہرت راشٹر چونکہ جنم کا اندھا تھا۔ اس لیئے امبالکا کو نیوگ کے لیئے مجبور کیا گیا
جسکا نتیجہ راجہ پانڈ ہوا۔ جو نہایت کمزور اور دُبلا پتلا تھا۔ جس کی زندگی ہی خطرہ سے خالی خیال نہ کیگئی
اسلئے یہ مناسب خیال کر کے پہر ویاس جی سے درخواست کی گئی۔ مگر حسن اتفاق سے امبالکا نے جو ویاس
جی کی شکل دیکھ کر دہشت زدہ تھی اپنی بجائے داسی کو ویاس جی کے پاس بھیجدیا جسکے بطن سے مہاتما ودر نے جنم لیا *

لڑکی گاندھاری سے۔ پانڈو کی مدر دیس کے راجہ کی لڑکی مادری اور سنترسین
کی لڑکی کنتی سے اور وُرد کی راجہ دیوک کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ اور
اس طرح یہ دلاور کشتری اپنے فرض سرپرستی سے سبکدوش ہوا۔

یہ ذکر کر دینا بھی غیر ضروری نہ ہوگا۔ کہ مہاراجہ پانڈو کے پانچ لڑکے ہوئے
جن کے نام یہ تھے۔ یودھشٹر۔ بھیم۔ ارجن۔ نکل اور سہدیو۔ دھرت راشٹر کے
ایک سو ایک ان میں سب سے بڑا دریودھن تھا۔ اور اسی طرح مہاتما وُرد
کی سنتان ہوئی۔ مگر وہ گمنامی کا جامہ پہنکر معلوم ہوتا ہے۔ ان سب سے
کنارہ کش ہی رہی۔

مہاراجہ پانڈو عرصہ دراز تک سلطنت کرنے کے بعد تخت حکومت
دھرت راشٹر کے سپرد کر کے بان پرستھ آشرم میں کوہ ہمالیہ پر معہ اپنی
رانیوں اور فرزندوں کے چلا گیا۔ آخر وہاں ہی اس جہان فانی کو خیرباد
کہہ کر عالم بقا کو چل بسا۔ اور رانی مادری نے بھی اسکا ساتھ دیا۔ کنتی معہ
پانچوں فرزندوں یعنی یودھشٹر۔ ارجن۔ بھیم۔ نکل۔ سہدیو کے ہستناپور
آ گئی۔ اور اس خبر وحشت اثر کو سن کر مہارانی ستیہ دتی انبالکا اور انبکا
نے بھی تارک الدنیا ہو کر جنگل کی راہ لی۔ اور وہاں ہی ایشور پرماتما کی
عبادت کرتے ہوئے اُن کا مرغ روح اس دُنیا سے پرواز کر گیا۔

ایک روز فرزندان دھرت راشٹر و پانڈ حسب معمول کھیل کر گھر آئے
تو اُنہوں نے بھیشم جی سے کہا۔ پتامہ! آج ایک شخص نے تو فن تیر
اندازی میں کمال ہی کر دکھایا ہے۔ اتفاق سے ہمارا گیند کوئیں میں گر
پڑا تھا۔ جس کے نکالنے سے ہم قاصر تھے۔ مگر اس نو وارد نے ہمیں
پریشان دیکھ کر تسکین دی اور چند سرکنڈے لیکر انہیں تیروں کی
صورت میں بنایا۔ اور بعد ازاں اُنہیں کچھ اس طرح پے در پے
گیند کو نشانہ بنایا کہ وہ ایک دوسرے کے سرے سے پیوست ہوتے

ہوئے چلے گئے۔ اور یہاں تک پہونچگئے۔ کہ بڑی آسانی سے آخری تیر کو پکڑ کر ہم گیند کو نکال سکے۔ صرف یہی نہیں۔ ایک اور بھی حیرت انگیز کرتب اس نے کر کے دکھایا۔ وہ یہ تھا۔ کہ یودھشٹر کی انگوٹھی کو جو اتفاق سے اس کنوئیں میں گر پڑی تھی (اُس نے ہماری درخواست پر) شست باندھ کر ایک ایسا تیر کمان سے اس طرح رہا کیا۔ کہ پیکان انگوٹھی میں بند ہوگیا۔ اور خود بخود تیر اُبھر کر انگشتری سمیت باہر آ رہا۔ اس کی اس قادر اندازی نے ہمیں اور بھی حیرانگی میں ڈالدیا۔ کچھ دیر تک تو ہم حیرت زدہ ہو کر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بعد ازاں یودھشٹر نے جب اس کا نام دریافت کیا۔ تو اس نے جواب میں کہا۔ جاؤ (آپ کا نام لے کر) اُن سے یہ سب ماجرا بیان کرنا۔ وہ تمہیں میرا نام تبا دینگے پتامہ! کیا آپ بتلا سکتے ہیں۔ کہ وہ کون ہے؟ اور اسکا نام کیا ہے؟

بھیشم۔ (بعد بڑے غور و غوص کے یودھشٹر کے چہرے کی طرف دیکھ کر) اچھا! یہ تو بتلاؤ۔ کہ وہ کس رنگ ڈھنگ کا ہے؟

یودھشٹر۔ کشادہ پیشانی۔ دراز قد جسیم۔ موٹی موٹی آنکھیں حلیم طبع اور شکل و شباہت سے براہمن معلوم ہوتا تھا۔

بھیشم جی یہ سن کر مسکرا پڑے۔ اور تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولے بیشک وہ درونہ ہی ہوگا۔ سوائے اُس کے اور کوئی دوسرا نہیں ہے

نماند خرد مند پوشیدہ مہر
کہ بیناید اختر ز ہشتم سپہر

یہ کہا۔ اور لڑکوں کے ساتھ جہاں درونہ چاریہ تھا۔ گیا۔ جونہی اس کی نگاہ درونہ چاریہ پر پڑی۔ مسکراتا ہوا اور جلد جلد قدم بڑھاتا ہوا آگے بڑھا۔ ادھر سے درونہ چاریہ نے بھی لپک کر بھیشم جی کا خیر مقدم کیا۔ اور دونوں نے بغلگیر ہو کر ایک دوسرے کی مزاج پُرسی کی۔ بعد ازاں بھیشم جی

نے کہا - بھائی! میں آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں - بڑی مدت کے بعد درشن ہوئے - کہئے! گھر میں تو سب طرح سے کوشل ہے؟

درونا چاریہ - ہاں! ایشور کی کرپا سے سب طرح سے منگلا چار ہے -

بھیشم - مدت سے ابھلاشا تھی کہ آپ کے درشن کروں - مگر شوک ہے کہ کچھ ایسی ہی الجھنوں میں پڑ گیا - کہ آپ تک جانے کا وقت ہی نہ ملا - اور آپ نے بھی تو ایسی خاموشی اختیار کی کہ کبھی یاد تک نہیں کیا - گویا تمام سابقہ راہ و رسم پر بھی پانی پھیر دیا - ورنہ ممکن نہ تھا - کہ یہاں آتے اور خبر تک نہ کرتے

درونا چاریہ - (سرد سانس لے کر) بھائی سچ کہتے ہو - بیشک مجھ سے کوتاہی ہوئی - مگر زمانہ دن بدن بدلتا جا رہا ہے - آپ کو یاد ہے - کہ میں اور دروپد جب اگنی ویش جی کے یہاں شستر ودیا سیکھ رہے تھے - تو آپس میں کیسی محبت تھی - ایک دم بھر کے لئے بھی ایک دوسرے کی جدائی گوارا نہ کر سکتے تھے - اور دروپد کہا کرتا تھا - کہ جب میں راج سنگھاسن پر بیٹھونگا تو تم کو بھی کچھ حصہ ملک کا دیکر حق دوستی کا پورا کرونگا ۔

بھیشم - ہاں! بیشک مجھے یاد ہے -

درونا چاریہ - بھائی! وہ سب باتیں کہنے کی تھیں - زمانہ دم بدم بدلا جا رہا ہے - اور بدلے بھی کیوں نہ؟ کلو کال (کلجگ) کا آغاز ہے - دیکھیئے اُس سابقہ راہ و رسم کو مد نظر رکھ کر اور ایک خیال کو لیکر جب میں اُس کے پاس پہنچا - اور حسب دستور سابق بے تکلف اُس سے گفتگو کی - اور اس کا وعدہ اسے یاد دلایا - تو جھٹ اپنے ماتھے پر شکن ڈال لئے - اور کہا - "اچھا! ہم تمہارے گذارے کا پربندھ کر دیں گے" مجھ کو اس کی طرز گفتگو اور انداز ملاقات سے ایک گونہ نفرت ہو گئی - لیں میں نے وہاں زیادہ ٹھیرنا مناسب خیال نہ کیا - اور اس طرف کو چلا آیا - اب آپ خود ہی انصاف کریں - کہ دروپد جیسے رفیق کو طوطا چشم دیکھ کر میں کیونکر امید

کر سکتا تھا۔ کہ آپ میرے ساتھ اس خوش خلقی سے پیش آئینگے۔ بھائی صاحب
یہی وجہ تھی۔ کہ میں نے پیشتر ازیں آپ کو آنے کی اطلاع نہیں دی۔

بھیشم۔ (ہنس کر) دروپد پر ایسی امید تو نہ تھی۔ اور نہ ہی اب تک اس
کی نسبت کبھی ایسی شکایت سُنی ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت اس کے خیالات
منتشر ہوں۔ اور وہ کسی اور ہی اُدھیڑ بن میں ہو۔ آپ دانا ہیں۔ اس پر ایسی کھینچ
تان کرنی واجب نہیں۔ اچھا! اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو فرمائیے۔ وہ کونسا
خیال تھا۔ جسکو لیکر آپ دروپد کے پاس گئے تھے؟

درونہ چاریہ۔ کیا آپ دل سے چاہتے ہیں۔ کہ میں اس خیال کا اظہار
کروں؟

بھیشم۔ بیشک! اگر آپ کو اس کے ظاہر کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہو

درونہ چاریہ۔ بھائی صاحب! آپ سے میری مالی حالت پوشیدہ نہیں
اور یہ بھی آپ نے سنا ہوگا۔ کہ میرا لڑکا اشوتھاما ایک منچلا لڑکا ہے۔
اور زیادہ تر سنگت اُس کی کشتریوں کے لڑکوں سے ہی رہتی ہے۔ اور اُن
کے گھروں میں بھی اکثر جایا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک روز اس نے آکر اپنی ماتا
سے کہا۔ کہ "ماتا! میرے ساتھ کے کشتریوں کے تمام لڑکے گھر میں جاکر دودھ
پیا کرتے ہیں۔ مجھ کو بھی تو روز دودھ پلایا کر۔" اس کی والدہ نے جو ایک نہایت
دور اندیش استری ہے۔ اپنی مالی حالت پر وچار کر کے چھاتی پر پتھر رکھکر اور
لڑکے کے ضد کرنے پر تھوڑا سا آٹا گھول کر لڑکے سے کہا۔ بیٹیا! تم بھی دودھ
پی لو۔ لڑکا بڑی خوشی سے غٹ غٹ پی گیا۔ اور اسی طرح نہ معلوم کتنے
روز تک پیتا رہا۔ اتفاق سے ایک روز میری نگاہ اس کے دُودھ پر جا پڑی
تب میری استری نے اس مصنوعی دودھ کی کیفیت بیان کی۔ تو میں سُن کر
دم بخود رہ گیا۔ آخر بڑی سوچ بچار کے بعد اپنے جیون پر دھتکار کیا۔ اور
گھر سے نکل پڑا۔ اس خیال سے کہ اگر میں جاکر اپنے دوست دروپد سے بہ

ماجرا بیان کرونگا - تو وہ ضرور میری امداد کرے گا۔ مگر افسوس کہ امید کا گھر خالی ۔

بھیشم ۔ بیشک! آپ کا افسوس کرنا بے جا نہیں ہے۔ (کچھ دیر سوچنے کے بعد) اچھا! کچھ مضایقہ نہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہمیں بھی ایک آپ جیسے لایق آتالیق کی ضرورت ہے۔ آپ پانڈا اور دھرت راشٹر کے لڑکوں کو فن حرب میں درجہ کمالیت تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ یہ سن کر درونا چاریہ نے سر تسلیم خم کیا۔ اور اسی روز سے دھرت راشٹر اور مہاراجہ پانڈ کے لڑکوں کو تعلیم جنگ دینی شروع کردی ۔

باب دھم

شیروں کو کتے بھونکا ہی کرتے ہیں

اگرچہ مضمون زیر قلم کچھ غیر متعلق سا ہے اور ممکن ہے کہ بعض اصحاب اس پر اعتراض بھی کریں۔ مگر چونکہ ہمیں یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ کس طرح امیروں کے لڑکے تکبر وغرور کے شکار ہو اور تحصیل علم و ہنر سے محروم رہ کر ان لڑکوں کی بیخکنی کے درپے ہو جاتے ہیں جو اُن سے فضیلت لے جاتے ہیں چنانچہ یہی حالت دریودھن کی تھی۔ کیونکہ ایک تو اس کو اس بات کا ناز تھا۔ کہ اس کا والد ایک وسیع ملک کا فرمانروا ہے۔ دوسرا باپ (دھرت راشٹر) کے نابینا ہونے کے باعث اسکو اکثر اوقات انتظام سلطنت میں دخل دینے کا موقع بھی ملتا رہتا تھا۔ پس اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جس سرگرمی اور جانفشانی سے مہاراجہ پانڈ کے لڑکے ودیا گرہن کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے وہ

نہ کر سکا۔ مگر جب ان سب کا امتحان لیا گیا۔ تو یودھشٹر۔ ارجن۔ بھیم وغیرہ
دریودھن اور اس کے بھائیوں سے سبقت لے گئے۔ اور یہ ان کو اپنی زندگی
میں کامیاب دیکھ کر حسد کی آگ میں جل گیا۔ اور تب سے پانڈوؤں کی ہلاکت کو اپنی زندگی
کا معیار بنا لیا چنانچہ ایک دفعہ بھیم کو زہر دیکر بیہوشی کے عالم میں اس کے ہاتھ پاؤں
باندھ کر دریا میں پھینکا۔ دوسری دفعہ سوئے ہوئے پر زہریلے سانپ
چھوڑ دیئے گئے۔ برناوہ میں ان کی رہائش کے لئے لاکھ کے محلات تیار
کرائے۔ مگر پھر بھی ان کا بال بیکا نہ کر سکا۔ آخر کرن کی شہزوری اور
شجاعت نے اس کے بھٹکتے ہوئے دل کو تسکین دی۔ کہ اسی کے ذریعہ پانڈو
پردہ کامیاب ہوگا۔ بس اس کو اپنا رہبر اور مشیر بنا کر ان کی تباہی پر
کمربستہ ہوا۔ ادھر ہمارے بال برہمچاری بھیشم جی جو ہر دو فریق کو بڑی
محبت اور پریم کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دریودھن کی ان چالبازیوں کو دیکھ کر
دن رات متفکر رہنے لگے۔ اور ہر طرح سے کوشش کی۔ کہ ان ہر دو فریق میں
آشتی ہو۔ مگر برعکس اس کے یودھشٹر کی قابلیت ارجن اور بھیم کی شجاعت
اس کے نہ سمجھنے والے دل کو جلانے کے لئے کافی سے زیادہ ایندھن تھی اور وہ
اسی ادھیڑبن میں مستغرق رہتا تھا۔ کہ جس طرح بھی ہو۔ پانڈو کا نام و
نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ مگر پرماتما ان کا نگہبان تھا۔ اور یاوری
بخت شامل حال تھا۔ مصرع

دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست

برعکس اس کے ایک روز دھرت راشٹر نے ارکین سلطنت کے مشورہ سے
یودھشٹر کی قابلیت کو دیکھ کر اس کو اپنا جانشین قرار دے کر حقدار کی حق رسی
کی۔ مگر اس کی یہ انصاف پروری دریودھن کے کینہ ور دل کو جلانے کے لئے جلتی
ہوئی آگ پر تیل کا کام دے گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد
دھرت راشٹر کو اپنے خیالات تبدیل کرنے پڑے۔ یعنی دریودھن کو سنگھاسن پر بٹھا سکا

سمیا۔ اور وہ حصہ ملک کا یودھشٹر کو عطا کیا۔ جس کا تعلق ایک خوفناک جنگل سے تھا۔ جس کو بعد پانڈوؤں نے اپنی عرق ریزی سے جنگل سے منگل کی صورت میں کر دکھایا۔ اور ملک گیری کے اصولوں پر کاربند رہتے ہوئے اپنے نیک اعمالوں کی بدولت یہاں تک شہرت حاصل کر لی۔ کہ دشمن بھی عش عش کر اٹھے۔ اور دوستوں کو ان کی ترقی کا خیال دامنگیر ہوا۔ چنانچہ ایک روز سری کرشن جی نے جو حسن اتفاق سے وہاں آئے ہوئے تھے کہا۔ یودھشٹر اوقت آگیا ہے۔ کہ تم راجسو یگیہ کرو۔ چنانچہ راجسو یگیہ کیا گیا۔ جس میں صرف ہندوستان ہی کے فرمانروا نہیں تھے۔ بلکہ افریقہ۔ عرب۔ چین۔ ماچین ترکستان۔ آسٹریا ہنگری۔ جاپان۔ ایران اور روس کے بھی حکمران شامل تھے۔ اس موقعہ پر جس دلیری اور آزادی سے ہمارے کشتری کل بھوشن بھیشم پتامہ نے حصہ لیا۔ وہ انہیں کا کام تھا۔ مہابھارت میں لکھا ہے۔ کہ بموجب دستور اسوقت کے یہ ضروری تھا۔ کہ آئے ہوئے مہمانوں کو رخصت کرنے سے پہلے اُن کی قدر و منزلت کے موافق تحائف پیش کیئے جائیں۔ اور وہ شخص سب سے زیادہ ممتاز خیال کیا جاتا تھا جس کے روبرو سب سے پہلے رخصتانہ رکھا جاوے۔ چونکہ ایسے نازک موقعہ پر مہاراجہ یودھشٹر عجیب کشمکش میں پڑا ہوا تھا۔ اور اس کے لیئے اس بات کا فیصلہ کرنا کہ ایسے بڑے بڑے راجوں اور مہاراجوں کی ہر جگی میں جو ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ کس کو ترجیح دی جائے۔ نہایت مشکل امر تھا۔ اس لیئے اس نے بھیشم جی سے کہا۔ پتامہ! فرمایئے: ان سب میں سے اس عزت کا کون مستحق ہے۔ یہ سنکر دلاور کشتری کھڑا ہو کر سبھا پر ایک دل دار نگاہ ڈالکر کہتا ہے۔ یودھشٹر! جہاں تک میری عقل

مصنف ... [illegible] ... مہابھارت سے معلوم ہوتا ہے ... [illegible]

مدد دیتی ہے۔ سوائے کرشن کے دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔ جو اس عزت
کا مستحق ہو۔ یہ سنتے ہی یودھشٹر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً ہی پیش قیمت جواہرات
اور بے نظیر تحائف لے کر سری کرشن جی کے روبرو قبولیت کی استدعا کی۔ جس کو
انہوں نے بسر و چشم منظور کیا۔ مگر جونہی مہاراجہ صاحب سسپال کی نگاہ
یودھشٹر پر پڑی۔ اور دیکھا کہ وہ بڑے عجز سے کھڑا ان کے قبول
کرنے کی استدعا کر رہا ہے۔ آگ بگولا ہو گیا۔ اور صبر کی تاب نہ لا کر کہنے لگا
(بلند آواز سے) یودھشٹر! کیا یہ واجب ہے کہ اس قدر جلیل القدر راجاؤں
اور مہاراجاؤں کی موجودگی میں کرشن کو ضیافت دی جائے۔ اور ہم سب کو حقارت
سے دیکھا جائے۔ (بھیشم جی کی طرف اشارہ کر کے) بڈھے کی عقل پر
تو پتھر پڑے ہی تھے کیونکہ بڈھا ہے تو تجھے سوچنا ہوتا۔ اور اس سے پوچھو تو یہی۔
بڈھا سرا پر فرتوت نے تم کو ایسا مشورہ دیا ہے۔ کیا سمجھ کر دیا۔ یہ ہے کون
کوئی راجہ نہیں۔ مہاراجہ نہیں۔ ایک گوالا۔ (پھر کرشن جی کی طرف دیکھ کر اور
اشارہ کر کے) اے گوالے تم کو بھی لیتے ہوئے شرم نہ آئی۔ جھٹ ہاتھ پھیلا
دیا۔ یہی وجہ ہے کہ کورو تم کو منہ نہیں لگاتے۔ تو بڑا لالچی ہے۔ (دوسرے
راجاؤں کی طرف دیکھ کر) ہاں ہم تو ایسی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتے
یہ کہا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ساتھ ہی اس کے طرفدار فرمانبردار بھی کھڑے
ہو گئے۔ اس وقت ہمارے بہادر کمانڈر نے کہا۔ یودھشٹر! جو شخص
کرشن کی عزت گوارا نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارے نزدیک بھی قابل عزت نہیں
اور نہ ہی اس سے نرمی کے ساتھ پیش آنے کی ضرورت ہے۔ جو کچھ بھی کیا
گیا ہے۔ سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے۔ کرشن اس عالی خاندان سے ہے۔
جس کا لوہا اب تک مانا جا رہا ہے۔ اور بذات خود یہ وہ اعلیٰ صفات رکھتا
ہے۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔

سسپال۔ بس بس!! زیادہ تعریف کی ضرورت نہیں۔ ہم خود اسکو

اچھی طرح جانتے ہیں - تمہارے سمجھانے کے محتاج نہیں - ہاں! اس وقت تمہارے ہوش و حواس قایم نہیں - ورنہ ایسا مشورہ ہرگز نہ دیتے - اور نہ ہی ہم سب کو ذلیل کرنے پر آمادہ ہوتے - اب ہمارا یہاں ٹھیرنا امر بے عزتی ہے - یہ کہا - اور غیظ و غضب کی نگاہ سے یودھشٹر کو دیکھتا ہوا چاہتا تھا کہ وہاں سے چلا جائے - اور اس کے ہمراہی بھی اس کی پیروی کرنے کو تیار تھے - مگر نرم دل یودھشٹر نے نہایت سنجیدگی سے ان کی منت و سماجت کر کے کہا - صاحبان! جب یہ مجمع آپ ہی لوگوں کی ہمت اور کوشش کا نتیجہ ہے - تو پھر تعجب ہے - کہ آپ ہی اس کی بربادی کے باعث ہوں - چونکہ پتامہ! ہم سب کا بزرگ ہے - اس لئے ہمیں واجب ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل کریں - مگر افسوس! یودھشٹر کی اس عاجزانہ گفتگو نے مغرور دل سسپال پر کچھ بھی اثر نہ کیا - بلکہ پہلے سے بڑھ کر وہ جوش و خروش دکھلانے لگا - اس پر بھیشم جی خود آگے بڑھے اور چاہتے تھے - کہ اپنے منوہر اور پُر تاثیر بچنوں سے اس نہ سنبھلنے والے دل کو سمجھا کر راہ راست پر لائیں - کہ ان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ اور بھی غیظ و غضب میں آکر کہنے لگا " دیکھو - (اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھکر) یودھشٹر کی عقل - جس شخص کا شیوہ ہی دغا فریب ہے - اس کی تو یہ متابعت کرے - اور (بھیشم کی طرف اشارہ کر کے) جس کے ہوش و حواس ہی قایم نہیں اس کے کہنے پر چلے معلوم ہوتا ہے - کہ ان کی تباہی کے دن قریب آ گئے ہیں "

یودھشٹر - (گھبراہٹ کے لہجہ میں جلدی سے آگے بڑھ کر) پتامہ! بنا بنایا کام بگڑا چاہتا ہے - بتایئے! کیا کروں؟

بھیشم - کیوں گھبراتا ہے - شیروں کو کتے بھونکا ہی کرتے ہیں - اس کی ہستی ہی کیا ہے - جو کسی طرح کا وگھن ڈال سکے -

یہ سنتے ہی سسپال کے منہ سے اور بھی غیظ و غضب کے شرارے سے

لڑنے لگے۔ تو بھیم سے نہ رہا گیا غضبناک ہو کر چاہتا تھا۔ کہ اسپر گرز کا وار کرے کہ بھیشم جی نے اس کو پکڑ لیا۔ مگر اس اثناء میں سری کرشن جی نے اس زور سے گھما کر اس کی طرف پھینکا۔ کہ ایک چشم زدن کے اندر اس کا سر تن سے جدا ہو کر الگ جا پڑا۔

مذکورۃ الصدر واقعات صاف بتلا رہے ہیں کہ بھیشم کیسا آزاد طبیعت بہادر اور نڈر تھا۔ اور ساتھ ہی اس کے وہ از حد درجہ کا بُردبار بھی تھا۔

باب یازدہم

کرن تجھے ضرور تباہ کریگا

جس طرح دق کی بیماری کو داناؤں نے مہلک قرار دیا ہے۔ اور حکمائے زمانہ قدیم وحال بھی متفق الرائے ہیں۔ کہ یہ ایک ایسی بیماری ہے کہ جس سے انسان کی زندگی ۹۵ فیصدی خطرہ میں رہتی ہے۔ اور ایسا شخص کبھی ترو تازگی کا منہ نہیں دیکھتا۔ اور ہر وقت اس موذی مرض کا شاکی رہتا ہے اور لکڑی کے گھن کی طرح اس کے جسم کو دن بدن کھوکھلا کرتی جاتی ہے اسی طرح اس شخص کی حالت سمجھئے جس کے رگ و ریشہ میں حسد و بغض کا مادہ سرایت کر گیا ہو۔ کیونکہ ایسے شخص کے دماغ کو بھی چین نہیں ملتا اور وہ اسی ادھیڑبن میں مستغرق رہتا ہے۔ کہ کسی طرح اس کا حریف عاجز و زبون نظر آئے۔ مگر ہوتا وہی ہے۔ جو ایشور کو منظور ہو۔ چنانچہ دیکھئے راجسو یگیہ سماپت ہونے کے بعد پانڈوں کا دن بدن جاہ و جلال بڑھتا دیکھ کر دریودھن متفکر رہنے لگا۔ آخر جو تدبیر ان کے تسخیر کرنے

کے لئے عمل میں لائی گئی - وہ بساط قمار بازی تھی - اگرچہ بظاہر اس کو
اس میں کامیابی ہوئی - اور پانڈوؤں کو تیرہ سال کے لئے جلاوطن ہونا
پڑا - لیکن نہیں - اگر آپ چشم بصیرت سے اس مہابھارت کے اٹل نیم پر کہ "جو
کریگا وہ بھریگا" - وچار کرینگے - تو بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچینگے کہ قدرت
کا زبردست ہاتھ اس کے پردے میں دریودھن کی بداعمالیوں کی سزا
دینے کے لئے کام کر رہا تھا - کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو پانڈو ہرگز مظلوم
قرار نہ دیئے جاتے - اور نہ ہی سری کرشن چندر جیسے مہاتما اور مہاراجہ
دروپد اور براٹ وغیرہ جیسے بہادر ان کی امداد پر آمادہ ہوتے - اور نہ
راج رشی بھیشم پتامہ جیسے بیر پرشوں کو اس کشمکش میں پڑکر کشتری
دھرم کی زندہ تصویر بن کر دنیا کو دکھلانے کا موقعہ ملتا - چنانچہ دیکھئے
جس وقت مہاراجہ براٹ نے بہادر ارجن کی امداد سے دریودھن کو شکست
فاش دی - اور دروپد وغیرہ نے مشورہ کر کے ایک براہمن کو مہاراجہ دھرتراشٹر
کے دربار میں اس لئے بھیجا کہ وہ دریودھن کو سمجھا کر راہ راست پر لائے
تاکہ کچھ حصہ ملک کا پانڈو کو بطور گذارہ کے دیا جائے - اور آئے دن کا
فساد رفع ہو - تو بال برہمچاری بھیشم جی جنہوں نے اپنی دھرم
ماتا ستیہ وتی اور اُن کے باپ کے روبرو اس بات کا حلف اٹھایا تھا
کہ تا زیست برہمچاری رہیں گے اور چھوٹے بھائی کے معاون و نگران رہینگے - سفیر
کے پیغام کی تائید کی - اور بڑے زور سے دھرتراشٹر اور دریودھن
کو مخاطب کر کے کہا - جو کچھ بھی سفیر نے کہا ہے - درست ہے - اس کے
تسلیم کرنے میں کس کو عذر ہے - کہ پانڈو مظلوم ہیں - اور دھرتراشٹر کی طرف
اشارہ کر کے) تمہارے بیٹوں نے ان کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا - یہ تیرے
بھتیجوں کی سعادت مندی ہے - کہ پھر آپ سے ہی انصاف کی خواہش رکھتے
ہیں - اگر اب بھی آپ نے ان کے حال پر رحم نہ کیا - تو ظلم نہیں ہو گا تو کیا ہے؟

ارجن! اگر کچھ حصہ ملک کا ان کو گذارہ کے لیئے دیا جائے تو کوئی ہرج نہیں
وہ حقدار ہیں۔ آپ کو پرماتما کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ باوجود اس قدر مصیبتیں
اٹھانے اور تکلیفیں سہنے کے بھی ان کا دل صاف ہے۔ اور کسی طرح کی کدورت
نہیں رکھتے۔ ورنہ اُن کو کیا غرض تھی کہ اس طرح بھکاریوں کی طرح آپ سے درخواست
کرتے۔ وہ دانا ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ جنگ و جدل سے سوائے مالی و جانی
نقصانات کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

دھرت راشٹر۔ دریودھن سنتے ہو۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

دریودھن۔ (ماتھے پر شکن ڈالکر) ہاں میں سن رہا ہوں۔ کچھ بہرہ نہیں۔

بھیشم پتامہ۔ دریودھن! دیکھ۔ پرماتما نہ کرے۔ اگر تم نے ان کی درخواست
پر غور نہ کیا۔ اور یہ معاملہ طول پکڑ گیا اور جنگ و جدل تک نوبت پہنچی۔ تو پرماتما
کے حضور میں تم ہی اس کے جوابدہ ہوگے۔ لوگوں کی جان و مال کے نقصان
کا تمہاری ہی گردن پر بوجھ پڑے گا۔ اور یہ بھی میں کہے دیتا ہوں۔ کہ اگرچہ
تمہارے پاس جمعیت لشکر بیشمار ہے۔ اور اس وقت معاون بھی تم کو بہت
نظر آتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ پانڈوں میں صرف اکیلا ارجن ہی ایسا ہے
جو تم سب کے لیئے کفایت کر سکتا ہے۔ لاکھوں بھیڑیوں کا دم خشک کرنے
کے لیئے ایک شیر کافی ہوا کرتا ہے۔ ان کے پیغام سے یہ ہرگز خیال نہ کرنا
کہ وہ لڑائی سے ڈرتے ہیں۔ نہیں! نہیں!! بلکہ وہ اس خونریزئی خلق
سے ڈرتے ہیں۔ جو جنگ و جدل کے موقع پر لازمی طور پر ہوا کرتی ہے

ناظرین! اگرچہ دریودھن تو خاموش نیچی نظر کیئے بیٹھا سن رہا تھا۔ مگر کرن تیور
بدل کر بول اٹھا۔ پتامہ! سفیر نے جو کچھ کہا ہے حق بجانب تھا لیکن آپ کو
کیا ہو گیا۔ کہ آپ ارجن کی تعریف کے پل باندھ کر پانڈوں کو آسمان پر چڑھا
رہے ہیں۔ آپکا یہ کہنا کہ خونریزئی خلق سے ڈر کر وہ نہیں چاہتے کہ جنگ
و جدل تک نوبت پہنچے سراسر غلط ہے کوئی بھی عقلمند اسکو باور نہیں

سکتا۔ بھلا خیال تو کرو۔ کہ اگر وہ صُلح کے لئے درخواست نہ کرتے۔ تو اور کر ہی کیا سکتے تھے۔ تیرہ سال تک خوب ہاتھ پاؤں مارے۔ دربدر مٹی چھانی۔ جب کسی طرح سے بھی کام نکلتے نہ دیکھا۔ تو مجبوراً اُن کو یہی ذریعہ اختیار کرنا پڑا۔ اس میں احسان کیسا؟ بھلا یہ کہاں کی انسانیت ہے۔ کہ وہ کوروں کو ظالم کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے کونسا ایسا ظلم اُن سے کیا ہے۔ جو وہ اس طرح بکواس کر رہے ہیں۔ پہلے سوچا ہوتا۔ کیوں کر انہوں نے قمار بازی کو رفیق بنایا تھا۔ پتامہ دریودھن کسی کا حق رکھنے والا شخص نہیں۔ مگر حساب کے ساتھ۔ اور اگر کوئی اس سے دھمکا کر لینا چاہے تو ایک حبّہ بھی دینے کو تیار نہیں۔ (سفیر کو مخاطب کرکے) جاؤ پانڈوں سے کہدو۔ "چونکہ تم نے وعدہ خلافی کی ہے۔ جو تیرہ سال سے پہلے ہی اپنے آپ کو ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے لازم ہے۔ کہ حسب اقرار تو تیرہ سال پھر اپنے آپ کو پوشیدہ رکھو۔ اور بعد ازاں درخواست کرو۔ اسوقت اُمید ہے۔ کہ فیاض دل دریودھن تمہارے لئے مناسب گذارہ کی تجویز کر دے گا۔

بھیشم پتامہ۔ کرن! جو کچھ تو کہہ رہا ہے۔ میں اُس کو ہرگز ہرگز درست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ میں تم سب کو خوب جانتا ہوں جس پانی میں ہو یہ تمہاری سراسر نادانی ہے۔ جو اس طرح کی باتیں کرکے وقت ٹال رہے ہو۔ اسوقت جو تو اس قدر لاف گذاف مار کر زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا ہے۔ اُسوقت تمہاری بہادری اور یہ شاہ زوری کہاں چلی گئی تھی۔ جب برات سے پالا پڑا تھا! کیا وہ دن بھول گئے (دریودھن کو مخاطب کرکے) دیکھ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر اب بھی سوسر مال کی طرح تو کرن کی باتوں میں آگیا۔ اور پانڈوں کی عرضداشت پر کچھ بھی خیال نہ کیا۔ تو یاد رکھ پھر وہی روز بد دیکھنا نصیب ہوگا۔ جو اُسوقت ہوا تھا۔ کسی کی طاقت نہیں۔ جو ہار جن کے تیر گننے والے ہاتھ کو روک سکے۔ یا بھیم کے گرانبار گرز کے آگے سر نہ جھکائے کرن تجھے ضرور تباہ کریگا۔ یہ دوست نہیں۔ دشمن ہے۔ اس کی باتوں میں اگر کیوں خاندان کی بربادی پر کمربستہ ہوا ہے۔

دھرت راشٹر۔ (بھیشم جی سے) یہ بچے ہیں۔ دُنیا کے نشیب و فراز سے آشنا نہیں۔ آپ معاف کریں۔ (کرن کو مخاطب کر کے) کرن بزرگوں سے بحث کرنی لازم نہیں۔ یہ ہمارے بزرگ ہیں جو کچھ فرماتے ہیں۔ ہماری ہی بہتری کے لئے ہے۔ ان کی باتوں سے بُرا نہ مانو۔ یہ کہا۔ اور ارکین سلطنت سے مشورہ کر کے پنڈت سنجے کو لیو دشٹر کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ ان کو سمجھا کر اپنے ہمراہ ہستناپور لے آئے۔ مگر افسوس سنجے ناکامیاب واپس آیا۔ اور جب اس نے آکر پانڈوں کے جاہ جلال اور اُن کی [illegible] میں سری کرشن جی کے کمربستہ ہونے کا ذکر کیا۔ تو دریودھن زیادہ تر صبر کی تاب نہ لا سکا۔ اور بولا۔ (بھیشم کو مخاطب کر کے) پتامہ میں حیران ہوں۔ یہ پانڈو پتر کیوں اسقدر مغرور ہو رہے ہیں۔ اگر وہ آجاتے۔ تو بتلاؤ۔ اس میں اُن کا ہرج ہی کیا تھا۔ مگر نہیں صاحب وہ کیوں آئیں۔ اسوقت تو ان کے دماغ آسمان پر چڑھے ہوئے ہیں۔ ہا! ہا!! یہ تھوڑی سی بات ہے۔ کہ مہاراج کیطرف سے خاص طور پر آدمی جائے اور وہ آدمی بھی کوئی معمولی نہیں۔ پنڈت سنجے جن کے آگے بڑے بڑے راجے مہاراجے سر جھکاتے ہیں۔ مگر افسوس ان ناعاقبت اندیشوں نے کسی کی بھی قدر نہ کی۔ یس ایک کرشن کے ہی ہاتھ کی کٹھ پُتلی بنے ہوئے ہیں۔ جسطرح وہ ناچ نچاتا ہے۔ ناچتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ جسوقت وہ جلاوطن گئے تھے۔ اسوقت کرشن نے ہمارا کیا کر لیا تھا۔ جو اب ہمارا کریگا۔ اصل بات تو یہ ہے۔ کہ کرشن ان کو سبز باغ دکھا رہا ہے۔ ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ وہ نہ آتے۔

بھیشم۔ میرے عزیز جو کچھ تم کہتے ہو۔ ممکن ہے درست ہو۔ اور وہ غلطی پر ہوں مگر چونکہ پیشتر ازیں تمہاری طرف سے زیادہ تر زیادتیاں ہوتی رہی ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ کسی مصلحت وقت کو سوچ کر وہ نہیں آئے۔ مگر میرے نزدیک تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ گذشتہ باتوں کو نظر انداز کر کے ان کو کچھ حصۂ ملک کا دیدو۔ بیٹا! جو فوائد صُلح و صفائی میں فریقین کو ہوتے ہیں۔ وہ جنگ و جدل میں نہیں ہوا کرتے۔

کرن
دریودھن
مہاراجہ دھرت راشٹر
بھیشم پتامہ
درونہ آچاریہ
MILKHIRAM

درلیودھن - پتامہ! اگر مجھ کو کرشن کی دھمکی نہ دی جاتی - اور یہ نہ کہا جاتا - کہ لڑائی میں کرشن سب کوروں کو سوائے مہاراج (دھرتراشٹر) کے تلوار کے گھاٹ آتاریگا - اور ارجن کا گانڈیو (دھنش) میرے لئے قیامت برپا کر دیگا - ممکن تھا - میں ایسا ہی کرتا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے - لیکن اب تو یہ ہو نہیں سکتا - کہ میں بزدلوں کی طرح ڈر کر کرشن یا ارجن کے پاؤں پڑوں!!! میں بے غیرت نہیں اکشتری ہوں - ایک گوالے کے پاؤں پڑوں ہا! ایسی زندگی سے مرنا بہتر ہے - اب تو تلوار ہی فیصلہ کریگی - اور ضرور کریگی -

کرن - (درلیودھن کی طرف دیکھ کر) ڈرنا کس بات سے تم کیوں کسی کے پاؤں پڑو - میں تنہا پانڈوا اور ان کے لشکر کو زیر و زبر کر سکتا ہوں - پھر خوف کس بات کا - کرشن کر ہی کیا سکتا ہے -

بھیشم - کرن! تو بچہ ہے سمجھتا نہیں - میرا مطلب کیا ہے - اور میں کیوں اسقدر زور دے رہا ہوں! دیکھ یہ ہر دو فریق میرے فرزند ہیں - غیر نہیں - اگر ان میں سے کسی ایک فریق کو بھی آنچ پہنچے - تو جو صدمہ میرے دل کو پہنچیگا - وہ دوسرے کو نہیں - میں مانتا ہوں - کہ تو بڑا دلاور اور شجاع ہے - مگر یاد رکھ - ارجن اور بھیم کا مقابلہ نہیں کر سکتا - اس لئے بہتر ہے خموش رہے - اور خونریزئ خلق سے ان کو بچالئے -

کرن - (مسکراتا ہؤا سر ہلا کر) جی ہاں - سمجھ لیا - آپ کا جو مطلب ہے - یہی نا کہ دنیا کی نگاہوں میں درلیودھن بزدلی کا جامہ پہن کر حقیر نظر آئے - سو ایسا ہرگز نہیں ہوگا کرن کی موجودگی میں آپ کامیاب نہیں ہو سکتے -

بھیشم - (غصہ میں آکر) کرن! کمینہ پن کا مادہ تجھ سے نہیں گیا - اور جائے بھی کیونکر؟ - آخر تو پہلوان ہی کا لڑکا ہے - تو ضرور کچھ نہ کچھ کر کے ہی رہے گا -

کرن - بس اب زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں - بہت ہوئی - (درلیودھن کو مخاطب کر کے) اس گرگ دیرینہ سے خبردار رہنا - گو بظاہر یہ اپنی پرتگیا (کہ میں سلطنت ہستناپور کا تابہ زیست معاون و مددگار رہوں گا) کو پورا ثابت کرنے کیلئے تمہاری طرف سے پانڈوؤں کا حریف نظر آئیگا - مگر یاد رکھنا - دل سے انہیں کا دم بھریگا - اور اس کا ثبوت اگر لڑائی چھڑ گئی - تو بہت جلد دیکھ پڑے گا -

بھیشم پتامہ - میں اب بھی بڑے زور سے کہتا ہوں اور کہونگا - کہ پانڈوں مظلوم ہیں - اور ان کی طرف سے جو کچھ بھی اُن کے حق میں ہوا - وہ بالکل ناواجب اور نازیبا تھا - چونکہ میں زبان ہار چکا ہوا ہوں کہ تا زیست ہستنا پور کی راج دھانی کا پاسبان رہونگا - اور اُس کے فرمانروا کے حکم کی تعمیل کرنا اپنا فرض عین سمجھونگا - اس لئے اُن سب باتوں کو جانتا ہوا بھی کوئی دقیقہ اُن کو زیر کرنے کا فروگذاشت نہ کروں گا - اور اس کی تصدیق موقعہ پر خود بخود ہو جائیگی

کرن ! میں اُن میں سے نہیں - کہ ظاہر کچھ اور - باطن کچھ ایسی کشتری ہوں جو دل میں ہے - وہی باہر - زبان کا پاس مقدم سمجھتا ہوں - میدان جنگ میں رو رعایت کرنا کم ظرفوں کا شیوہ ہے - نا کہ کشتریوں کا -

کرن - درپودھن ! اس کے تسلیم کرنے میں تو کسی کو عذر نہیں - کہ فی زمانہ اس کی (بھیشم پتامہ کی طرف اشارہ کر کے) طاقت اور دلاوری کا ہم پلہ کوئی دوسرا نہیں - پس اگر اس کے زور بازو سے معرکہ کارزار میں وہ مغلوب ہو گئے - تو سمجھ لینا - کہ جو کچھ بھی اس نے کہا ہے - درست ہے ورنہ ......

ہاں اس کی موجودگی میں میں ہتھیار نہ اٹھاؤں گا - تا کہ معاملہ صاف ہو جائے اور آپ پر روشن ہو جائے - کہ کہانتک اس کی زبان میں صداقت ہے -

---

باب دوازدہم

جاؤ پرماتما تمہارا نگہبان ہے

بھیشم پتامہ - درونا چاریہ - پنڈت سنجے و دیگر بھی خواہان قوم و ملک نے ہر چند کوشش کی بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے پانڈواں کی شجاعت

اور دلاوری کے نقشے کھینچ کھینچ کر بتلائے۔ سری کرشن چندر جیسے معاملہ فہم اور دُور اندیش نے بلا خوف و تردید بر سرے اجلاس کوروں کی زیادتی اور لڑائی کے انجام سے سب کو آگاہ کیا۔ نہارا لی گندھاری اور دہرتراشٹر نے بھی تسلیم کر کے بدرجی سے اِتفاق کیا۔ اور کہا۔ " بے شک اگر ہر دو فریق میں لڑائی چھڑ گئی۔ تو میرے بچوں کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ بھارت ورش کی کایا پلٹ جائے گی۔ یہ سب جاہ و حشمت خاک میں مل جائے گی"۔ مگر ہوا کیا؟ وہی جو کاتب تقدیر نے روزِ ازل سے لکھا تھا۔ یعنی آریہ ورت کی قسمت کا آخری فیصلہ کرنے کیلئے میدان کورکھشیتر منتخب ہوا۔ اور ہمارے محترم بھیشم پتامہ کو کوروں کی سپاہ کا سپاہ سالار ہونا پڑا۔ مگر واہ رے بہادر کشتری! باوجود ایسی اہم ذمہ واری لینے کے بھی آپ نے راستی کو پیچھا نہیں دیا۔ اور اس بات کا مطلق خیال نہ کیا۔ کہ ایسے نازک موقعہ پر میرا یہ کہنا کہ " جو فریق راستی پر ہے۔ اُس کی جے ہو" درلیودہن وغیرہ کو ناگوار گذریگا۔ یا میرے اعتبار میں فرق آئیگا۔ چنانچہ دیکھئے! جسوقت طبل جنگ بجا۔ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز بلند ہوئی۔ بگل بجے۔ دساسین اور جیدرتھ وغیرہ اس کے پاس آئے۔ دلاور نے اپنے گھوڑے کے سم کو بوسہ دیا۔ اور سوار ہو کر درلیودہن کے پاس پہنچا۔ اور کہنے لگا " راجن طبل جنگ بج چکا۔ سپاہ تیار ہے۔ آؤ پرماتما سے پرارتھنا کریں۔ کہ جو فریق راستی پر ہے۔ اُسی کی جے ہو۔ یہ کہا اور دونوں ہاتھ اٹھا " اے سرو ویاپک انتریامی پرماتمن ان ہر دو فریق میں سے جو راستی پر ہو۔ اُسی کی جے "۔ اس طرح پر نہ خود ہی پرارتھنا کی۔ بلکہ درلیودھن وغیرہ سے بھی کرا کر میدان کارزار میں آیا۔ اور سپاہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ " بہادرو اگرچہ یہ مجھ کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ آپ لوگوں میں کوئی بھی بزدل اور کایر نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ایسا ہے۔ جو کشاتر دھرم سے واقف نہ ہو۔ لیکن تاہم یہ جتلا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ کشتری وہی ہے جو میدان جنگ میں بے رو رعایت جوہر مردانگی دکھا کر دشمن کو مار سکے یا خود مرے بہادر دنیا میں اگر کشتری کے لیے کوئی فرض مقدم ہے۔ تو یہی ہے کہ

اپنے ولی نعمت یا فرمانروا پر پتنگے کی طرح جان نچھاور کر دے۔ اور یہ کہنے کا موقعہ ہی نہ دے۔ کہ کشتری پُتر بزدل اور ڈرپوک ہوتے ہیں۔ یہ وہی کورکھشیتر کا وسیع میدان ہے جہاں تمہارے ہی بزرگوں نے جوہر مردانگی دکھا کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ خبردار اُن کے نام کو کلنک نہ لگنے پائے۔ پیچھے نہ ہٹو۔ بھائی بھانجے کی محبت میں پھنس کر کھشتری دھرم کو بدنام نہ کرنا۔ بیر کشتری یاد رکھنا۔ کشتری کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور شرم کی بات نہیں۔ کہ دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگے۔ کشتری میدان جنگ میں ہی مرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

یہ کہا اور بڑے زور سے سنکھ بجاتا ہوا آگے بڑھا۔ کہ اتنے میں یودھشٹر کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہیں اس کا اٹھتا ہوا قدم رُک گیا۔ مگر جونہی اس نے لپک کر پرنام کیا۔ اور لڑائی شروع کرنے کی اجازت مانگی۔ بیر کشتری سلنے چھاتی سے لگا۔ اشیرباد دیکر کہا۔ "بیٹا میں تجھ سے خوش ہوں۔ اور پرماتما سے استدعا کرتا ہوں۔ کہ تم ظفریاب ہو۔ ہاں یہ بتلا دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ یدھ میں مجھ سے کسی قسم کی رورعایت کی امید نہ رکھنا۔ کیونکہ میں مجبور ہوں کشتری دھرم اجازت نہیں دیتا۔ کہ میدان جنگ میں ایسا کروں۔ جاؤ پرماتما تمہارا نگہبان ہے"۔

باب سیزدہم

روز اول

سنسار میں کشتریوں کا اگر کوئی اعلےٰ اور مقدم فرض ہے۔ تو یہی کہ احسان فراموش ہو کر نگھن کے درجہ کو حاصل نہ کریں۔ اپنے فرمانروا یعنی حاکم وقت پر نچھاور ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ ہاں اگر انہیں یقین ہو جائے۔ اور پایہ ثبوت کو پہنچ جائے۔ کہ ان کا مالک غلطی پر ہے۔ اور غلطی کر

رہا ہے۔ تو ایسی حالت میں سب سے لازمی اور ضروری امر جو ان کے لیئے
شاستر کاروں نے قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس غلطی کو سلجھانے کی کوشش
کریں اور اگر وہ کسی طرح بھی نہ سلجھے۔ تو اس میں قدرت کا زبردست ہاتھ سمجھ
راضی برضائے مولا پر کاربند ہو۔ اپنے فرض منصبی کو سرانجام دینے میں سرمو
تجاوز نہ کریں۔ اور اپنے آقا یعنے ولی نعمت کی خوشنودی حاصل کرنے میں
کوئی بھی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں۔ اس پر معترض کہیں گے۔ کہ یہ سفلہ پن اور
مکاری نہیں تو کیا ہے۔ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ جسکو دماغ صحیح تسلیم نہ کرے
دل درست نہ مانے۔ اس کام کی سرانجام دہی کے لیئے انسان بصدق دل کوشاں
ہو۔ ہم کہتے ہیں۔ ایسا خیال رکھنے والا اصحاب غلطی پر ہیں۔ ان کا خیال درست
نہیں۔ فرض بڑی بلا ہے۔ اس دنیا میں جس نے اپنے فرض منصبی کو ہی بجا
لانا اپنی زندگی کا اعلے مقصد سمجھا۔ اُسی کو معیار بنایا۔ وہی دنیا میں نیک نام
اور زندگی میں کامیاب ہوا۔ اور درجہ مقبولیت کو پہنچا۔ چنانچہ دیکھیئے!
اسی اصول کی پابندی کرتا ہوا ہمارا بہادر کشتری کل بھوشن اس بات
کو جانتا ہوا بھی کہ کورو راستی پر نہیں۔ اور سراسر ظلم کر رہے ہیں۔ کورکھشیتر
کے میدان میں زرہ بکتر پہنے کوروں سپاہ کے حوصلے دوبالا کرتا ہوا (محض
اس خیال سے کہ اس کے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ ہو۔ اس کی پرتگیا
میں جو ہستناپور کی راجدھانی کی حفاظت کے لیئے کی تھی وگھن نہ پڑے)
شیر ببر کی طرح گرج رہا ہے۔ اور یونہی جنگی نشان کا پھریرا اوڑا اور
ادھر جنگ کے بجنتر لوں نے جوش آور راگ الاپنے شروع کیئے۔ پھر کیا تھا
طرفین کے بہادر ایک دوسرے کے بالمقابل جم گیئے۔ اور پرجوش لڑائی شروع
ہو گئی۔ حملے پر حملہ ہونے لگا۔ جوہر دار تلواریں بجلی کی طرح چمکیں۔ اور
بہادروں کے خون سے سرخ ہو گئیں۔ خونخوار نیزوں نے بہادروں کے
سروں کو اچھالنا شروع کر دیا۔ بیرحم برچھیاں جانداروں کے پہلوؤں
میں دھنس گئیں۔ فولادی تیر سرفروشوں کے جسموں میں ترازو ہو گئے۔
ایک آن کی آن میں کورکھشیتر کا وہ وسیع میدان جو تھوڑی دیر پہلے صاف

سنتھر نظر آتا تھا۔ میدان محشر بن گیا۔ بہادروں کے خون سے زمین سرخ ہو
گئی۔ اور خون پانی کی طرح بہنے لگا۔

ناظرین! اسوقت بہادروں کے تیروں کی بوچھاڑ زرہ کی جگمگ
تلواروں اور برچھیوں کی برق نما چمک دمک سے وہی نقشہ سامنے ہے۔ جو
ابر و باراں میں رعد و صاعقہ کا نظر آیا کرتا ہے! آہ! جونہی بھیم نے ایک
سنسناتا ہوا تیر کمان سے رہا کر کے نعرہ مارا۔ آتشِ پُر غضب ہو کر رتھ کو آگے
بڑھا دریودھن پر گرز کا وار کرنا چاہا۔ اُس کے (دریودھن) بھائیوں
نے عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر اس شیر مرد کو نرغہ میں لینے کی
کوشش کی۔ اور ہر سُو سے تیر برسانے شروع کر دیئے۔

اگرچہ دلاور بھیم اس وقت تنہا نظر آتا ہے اور ان لوگوں کی
جمعیت زیادہ ہے۔ تاہم اُس کی بہادری قابل تحسین و آفرین ہے دیکھئے
کس بلا کا یہ انسان ہے کہ ہر ایک کو ترکی بہ ترکی جواب دے کر اپنی حفاظت
بھی بخوبی کر رہا ہے کیا طاقت جو کوئی نزدیک آنے پائے۔ بھیم کو تنہا اور
دشمنوں کو کثرت سے دیکھ کر پانڈوی سپاہ میں غضب کی آگ بھڑک
اُٹھی۔ بہادر نکل۔ سبھدرا۔ ابھیمن (پسر ارجن) وغیرہ کثیر التعداد سپاہ
کے ساتھ شیر نر کی طرح گرج کر حملہ آور ہوئے۔ اور اس قدر تیر باراں
کئے کہ کوروی سپاہ کو مجبوراً منتشر ہونا پڑا۔ آہ! ان کو ہراساں دیکھ
کر بھیشم بھی ایک جرار دستہ سپاہ کا لے کر ان کی کمک کو پہنچ گیا اور تمام
لشکر کو جو میدان کارزار میں نبرد آزما تھا۔ اسی طرف یکبارگی حملہ کرنے کا
حکم دیا۔ اور خود اس سرعت اور تندہی سے تیر برسائے کہ پانڈوی سپاہ
عش عش کر اُٹھی۔ جنگی رسالے چیں بول گئے۔ راجہ شل نے چابکدستی
سے رتھ کو آگے بڑھایا۔ اور اُوترا کمار پسر راجہ براٹ کو اس زور سے
تیر مارا۔ کہ بے ہوش ہو کر پشت فیل سے نیچے آ پڑا۔ جس کو اسوقت براٹ
کے لوگ اُٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ ایں ذرا دائیں طرف تو دیکھنا۔ وہ
رتھ کو اڑائے کون آرہا ہے؟ آہا! یہ تو سری کرشن جی ہیں جن کو ارجن

نے بھیشم کے مقابلہ میں رتھ لانے کے واسطے کہا ہے وہ دیکھئے ارجن دور سے ہی للکارتا ہوا آرہا ہے "خبردار گھبراؤ نہیں۔ میں پہنچ گیا۔ بہادر ارجن نے اس جوانمردی اور دلاوری سے بھیشم اور اس کی سپاہ کا مقابلہ کیا کہ حملہ آور ایک بالشت بھر بھی تو پھر آگے نہ بڑھ سکے۔ اور اس قدر سخت جنگ وقوع میں آئی۔ کہ ایک پل بھر کے اندر کشتوں کے پشتے لگ گئے ہزاروں جانیں تلف ہوگئیں۔ بہادروں کے عضو دیکھئے کس طرح جسم سے جدا ہو کر جابجا ادھر اُدھر پڑے تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ آہ! وہ عالی دماغ رکھنے والے سر گھوڑوں کے سموں سے ٹھوکریں کھاتے ہوئے اِدھر اُدھر لڑھک رہے ہیں۔ اُف! اسوقت تو میدان کارزار میں سوائے آواز کشش کماں اور ضرب شمشیر و نعرہ ہائے مبارزان کے کچھ سنائی نہیں دیتا۔

ناظرین! بھیشم پتامہ کے پے در پے تیروں نے ارجن کے رتھ کا برق اڑا گھوڑوں کو مجروح کر دیا۔ تو اس نے بھی خونخوار ہو کر ایسا تیر مارا۔ کہ بھیشم کی زرہ بکتر کاٹ کر چھاتی میں تراز و ہوگیا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ دوسرا تیر رہا کرے۔ کہ اتنے میں آفتاب نے غروب ہو کر اس کے اُٹھتے ہاتھوں کو روک لیا۔ اور جنگی مصلحت نے سپاہ سالاروں کو لڑائی بند کرنے پر مجبور کر دیا۔ فریقین نے حربہ جنگ ہاتھ سے رکھدیئے۔ بہادر ارجن بجائے تیر کمان رہا کرنے کے خود رتھ سے نیچے اُترا اور بھیشم پتامہ کے سامنے جا کر ہاتھ جوڑا اور سر تسلیم خم کر کے کہنے لگا "اے مکرم بزرگوار بلحاظ ضرورت وقت یہ گستاخی سرزد ہوئی۔ امیدوار عفو کا ہوں"

بھیشم (چھاتی سے خون پونچھکر) "ارجن اس بات کا کچھ فکر نہ کرو۔ یہ رزم گاہ ہے۔ بزم گاہ نہیں۔ جاؤ آرام کرو"

روز دوئم

دل کے دلاور اور میدان کے بہادر تو سپرہبات ہی سے اٹھ کر اور ضروریات سے

فارغ ہو کر اپنے ہتھیاروں کو صاف کر کے منتظر حکم کے کھڑے ہیں۔ بے چین زخمی جن کو کسی پہلو آرام ہی نہیں آتا۔ اور رات بھر تڑپتے رہے بیٹے اسوقت ان لوگوں پر حسرت بھری نگاہیں ڈالتے ہوئے کروٹیں لے رہے ہیں۔ بزدل یا وہ لوگ جو تمام رات جان ہار لواحقین کی نعشوں کو ٹھکانے لگانے میں مصروف تھے۔ دیکھئے کیسی جلدی سے صبح کی ضروریات کو انجام دیکر کمریں کس رہے ہیں۔ جونہی جانبین کی سپاہ میں تیاری کا سنکھ بجا بہادر اکیل کانٹے سے لیس ہو کر صف بندی کر کے اپنے اپنے سپہ سالاروں کے جھنڈے تلے کھڑے ہو گئے۔ اسوقت ان بہادروں کی آنکھوں سے بجائے خمار کے جوش مردانگی ٹپک رہا ہے۔ اور راجپوتی خون رگ رگ میں دریائے پُر امواج کیطرح لہریں مار رہا ہے۔ مہاراجہ یودھشٹر لڑنے نہ جانے کیا سوچکر دشٹہ دیومن سے کہا ہے میں چاہتا ہوں کہ آج فازیعنی کونج کی صورت پر لشکر آراستہ کیا جائے۔ جس کی تعمیل فوراً بہادر کمانڈر انچیف نے کی اور سپاہ کو اسطرح مرتب کیا۔ کہ ارجن کو معہ اس کی سپاہ کے بجائے منقار کے اور درونپد کو بجائے سر کے مقرر کیا۔ راجہ کنتی بھوج والئے گوالیار اور ڈشٹ کیتو والئے چندیری کو بجائے چشم کونج کے۔ راجہ مندپور۔ جونپور اور بھیلوں کے سردار کو معہ ان کے لشکروں کے گردن کی جگہ پر اور مہاراجہ یودھشٹر معہ دوسرے راجاؤں کے بجائے پشت کے تعینات ہوئے۔ دشٹہ دیومن اور بھیم دونوں بازوؤں پر نکل۔ ستہدیو۔ کانشی نریش۔ چیت سین وغیرہ بجائے دم فاز مقرر ہوئے۔ اور بیشمار فیلان مست اور جری سوار نہایت اہتمام لیسر جرا سندہ وغیرہ متعین کر کے حکم دیا کہ جس طرف سے حریف کو غالب دیکھیں۔ حملہ کریں۔

ادھر کوروں کی طرف سے بہادر درونا چارج۔ کرپاچارج۔ شل اشوستھاماں۔ سومدت۔ بھیشم وغیرہ بہت سے راجے اپنی اپنی زیر کمان سپاہ کو آراستہ کر کے میدان جنگ میں آ نکلے!

آہ! جونہی وقت معینہ پر ہر دو جانب سے ناقوس کی صدا بلند ہوئی۔ اور طبل جنگ بجا جانبین کے بہادر آگے بڑھے حریف کو آہستہ آہستہ بڑھتے

دیکھکر اور دُور سے نہایت کم تعداد معلوم کر کے کوری سپاہ کے جوشیلے
نا عاقبت اندیش نشہ جوانی میں مست نعرے مارتے ہوئے بڑے جوش
و خروش کے ساتھ پانڈوی سپاہ پر حملہ آور ہوئے۔ اور جونہی حریف کے
قریب پہنچے۔ ارجن کی سپاہ اور وہ خود اس سرعت اور تیزی کے ساتھ
آگے بڑھے تھے۔ کہ حملہ آور سپاہ کے اوسان خطا ہو گئے ادھر سے درد پد
دھشٹ کیت کنتی بھوج وغیرہ بلائے ناگہانی کی طرح للکارتے ہوئے
پہنچ گئے۔ اور پُر زور لڑائی شروع ہو گئی۔ جانبین کے بہادر جن کی رگ
رگ میں راجپوتی خون جوش زن تھا۔ بے دریغ کمانوں کو تان کر تیر چھوڑنے
لگے۔ بھیم اور ارجن کو دیکھئے۔ کسطرح آگے بڑھ بڑھکر حریف کو پسپا
کر رہے ہیں۔ ان کا ایک ایک تیر کئی ایک جوانوں کو زمین پر سلاتا ہوا
گذر رہا ہے۔ اور اسوقت اگر کچھہ آواز سنائی دیتی ہے۔ تو یہی "مارلو مارلو
خبردار جانے نہ پائیں"

ناظرین! چشم زدن میں ہزاروں بہادر حق نمک یا شرط وفاداری ادا کر کے
خون کی چادریں اوڑھ کر ہمیشہ کے لئے سو گئے۔ بہت سے اجسام جدا ہو کر
الگ تڑپنے لگے۔ جب تک درمیان میں کچھ فاصلہ رہا تیر مینہہ کی طرح برس کر
جان باروں کے اجسام میں ترازو ہوتے رہے۔ لیکن اب تو تلواروں کی کھٹا کھٹ
یا گرزوں کے دل ہلا دینے والی آواز بہادروں کی مضبوط ہڈیوں کو توڑتی آرہی
ہے۔ یا آنکھیں چندھیا دینے والی برچھیوں اور بھالوں کی تیز نوکیں
دلاوران جنگ کے پہلوؤں کو چھیدتی ہوئی دیتی ہیں۔ بہادروں کے باد
رفتار گھوڑے زمین پر نیم بسمل تڑپ رہے ہیں اور فیل مست پہاڑ کی
طرح میدان جنگ میں نزع کی حالت میں پاؤں پھیلائے پڑے ہیں۔

غرض پانڈوی سپاہ میں اسوقت غضب کا جوش آرہا ہے۔ کیا افسر
کیا سپاہی بہادری کے نشہ میں مخمور ہو کر یہی کہہ رہا ہے کہ خبردار۔ ان
میں سے کوئی بھی زندہ جانے نہ پاوے اسوقت اگر بھیشم۔ درونا چارج
وغیرہ سپاہ لے کر ان کی کمک کو نہ پہنچتے۔ تو بے شک انسپاہی گردکھاتے

لیکن وہ دیکھیئے کیسا خونخوار ہو کر رتھ کو اڑائے بجلی کی طرح کڑکتا ہوا بڑھا
بھیشم سپاہ کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے۔ اس کا ایک ایک تیر جانہاروں کے
لئے نشانہ اجل بن رہا ہے۔

ناظرین! اپنی سپاہ کی یہ حالت دیکھ کر بہادر ارجن صبر کی تاب نہ لا سکا
فوراً رتھ کو بڑھا اس کے مقابلہ کے لئے بڑھ گیا۔ اور فریقین میں اسقدر سخت
جنگ وقوع میں آئی۔ کہ پیر فلک نے بھی کانوں پر ہاتھ دھر لئے! درونا
چارج۔ سودت وغیرہ بھی اسی طرف جھک پڑے۔ اور ارجن کو گھیر لیا
اگرچہ اسوقت اس بہادر کی سپاہ حریف کے پُرزور تیروں کی بوچھاڑ
سے عاجز ہو رہی تھی۔ اور اس کے رتھ بان سری کرشن جی کے سینہ
سے بھیشم کے تیر نے انتہا درجہ کا خون جاری کر دیا ہے۔ اور خود بہ دشمن
کے نرغہ میں پڑا ہے۔ لیکن اس بہادر کا قدم پیچھے ہٹے یہ کب ممکن
تھا! یہ اپنے زور بازو پر بھروسہ رکھتا ہوا مستقل مزاجی اور بلند
ہمتی سے ہر ایک کو للکار کر ترکی بہ ترکی جواب دے رہا ہے۔ جونہی بھیم
کی نگاہ اس طرف پڑی فوراً یلغار کناں۔ ابھمن۔ بھیم۔ دِشٹھ دلیومن
وہاں پہنچے۔ اور بھیم نے اس زور سے نعرہ مارا۔ کہ حریف کی سپاہ کے
دل دہل گئے۔ دریودھن کانپ اٹھا۔ مصرعہ

مہر کانپا چرخ چکر کھا گیا

شمشیر بکف مست فیل کی طرح دیوانہ وار غنیم کی فوج کا ٹنے
لگا۔ ادھر بہادر دِشٹھ دلیومن کے پُرجوش تیروں نے کوروی سپاہ
کا ناک میں دم کر دیا۔ اُف! ذرا ابھمن کو تو دیکھنا۔ کیسے بھوکے بھیڑیئے
کی طرح راجہ بہار کے لڑکے پر لپکا ہے! ہائے ہائے نوجوان بان مشت
کا تو خاتمہ ہی کر دیا۔ وہ دیکھو زمین پر تڑپ رہا ہے ادھر بھیم نے
تلوار کے پُرزور وار سے راجکمار سگر دیو کا سر کاٹ کر راجہ بہار کے
آگے پھینک دیا۔ اور جھٹ پینترا بدل کر اس پر بھی وار کرنا چاہا۔ مگر وہ
چابکدستی سے شمشیر کو ڈھال پر سنبھال کر پیچھے ہٹ گیا۔ ہا! اپنے

لخت جگروں کی یہ حالت دیکھ کر راجہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اور ہتھیلی پر جان رکھ زخمی شدہ شیر کی طرح گرجتا ہوا بھیم پر حملہ آور ہوا اور اس جوش و خروش کے ساتھ معرکۂ کارزار گرم ہوا کہ گرد و غبار سے ایک دوسرے کی تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔

اٹھا اس قدر تیرہ گرد و غبار ✣ کہ معلوم ہوتا نہ تھا زینہار
کہاں بھیم ہے اور راجہ کہاں ✣ ہوئے گرد میں دونو یکسر نہاں

آخر بھیم نے طیش میں آ کر اس کو بھی اس کے فرزندوں کا ہم پہلو بنایا۔ ادھر ابھمنیو کو دیکھئے۔ بہادر شوبیت کو مار کر اب لچھمن پسر دریودھن کے گرد ہو رہا ہے۔ اگرچہ بہادر لچھمن بھی فن سپاہگری میں کم نہیں لیکن ابھمنیو کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتا۔ دیکھئے اس نے کیسا اس کو تنگ کر رکھا ہے۔ آہ! لچھمن کو مغلوب دیکھ کر کوروی سپاہ ابھمنیو پر حملہ آور ہوئی۔ اور دریودھن غضب ناک ہو کر آگے بڑھا۔ مگر اس اثنا میں ارجن بھی بھیشم کو چھوڑ کر اس کی کمک کو آ گیا۔ اور دشٹدیومن بھی اسطرف جھپٹا۔ آہ! ان سب کو پُر غضب اور جوش خروش میں دیکھ کر کوروی سپاہ نے دل چھوڑ دیا۔ اور رتھ گھوڑے وغیرہ سامان وہیں چھوڑ راہِ گریز اختیار کی۔ اگرچہ دریودھن نے ہر چند کوشش کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی مگر سب بے سود۔

بہت کوروان خون میں غلطاں ہوئے ✣ جو باقی رہے سو گریزاں ہوئے
ہوئے پانڈوان سربسر فتحیاب ✣ رہی جنگ کی کوروان میں نہ تاب
ہوا خود بھی دریودھن نامور ✣ گریزاں بحالِ تباہ سربسر

پانڈوی سپاہ فتح و فیروزی کا ڈنکا بجاتی ہوئی فرودگاہ کو واپس گئی۔ اور ادھر جب دریودھن بھیشم پتامہ سے دوچار ہوا۔ تو کہنے لگا۔

"آپ کو بخوبی معلوم ہے۔ کہ ہم لوگوں میں بغیر آپ کے اور بہادر کرن کے کوئی بھی ارجن کا مقابلہ کرنے والا نہیں۔ سو کرن نے تو پہلے ہی سے آپ کی دلی رنجشوں کے باعث جواب دے رکھا ہے کہ وہ آپ کی

موجودگی میں سلاح جنگ پہنکر میدان کارزار میں نہیں آئیگا۔ اور آپ کو اس
کی ظفر مندی منظور ہے اگر آپ اس کی رعایت نہ کرتے تو کب ممکن تھا
کہ ارجن اسطرح نرغہ میں آکر خالی چلا جاتا۔ نہیں ہرگز نہیں! یہ صرف
آپ کی مہربانی ہے جو ہم کو غارت کرانا چاہتی ہے۔"

بھیشم "پرماتما اس سپاہگری کا منہ کالا کرے اس سے بڑھ کر
اور کوئی برا کام نہیں! دیکھو میں کسطرح جان توڑ توڑ کر لڑتا رہا۔ اور
اس کا عوض تم نے یہ دیا۔ ؎

خدا میں رہا جان اور مال سے ÷ ہوئے تم نہ واقف مرے حال سے
اگر میں جنگ کے وقت ان کی رعایت کرتا ہوں تو پرماتما جانتا ہے۔

روز سوئم

صبح کا وقت ہے۔ ابھی آسمان پر تارے جھلملا رہے ہیں۔ آرین
نیشن کے دھرم پر جان قربان کر دینے والے بہادر نت نیم سے فارغ ہو کر
اپنی اپنی فرودگاہ میں جا رہے ہیں۔ ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں
پہنچتا ہے بہادر بھیشم پتامہ کا وہ عالی شان بلند خیمہ ہے جس میں
اسوقت دریودھن وغیرہ بہت سے راجے جنگی خیالات کی دھن میں
سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ اور بھیشم پتامہ دریودھن سے کہہ رہا ہے "میں
نے اول ہی روز کہا تھا۔ کہ پانڈوں کی طاقت زبردست طاقت ہے ان
کو مغلوب کرکے غالب آنا کوئی آسان کام نہیں! لیکن تم نے میری
تب کسی اور کی بات بھی تو نہ سنی۔ اور وہی کیا۔ جو تم کو کرنا منظور تھا!
اب اس طرح گھبرانے سے تو کچھ حاصل نہیں۔ ہاں اگر تاب مقابلہ نہیں
رکھتے تو اب بھی صلح کر لو۔ کچھ نہیں بگڑا۔"

دریودھن۔ "سنئے صاحب! دریودھن گھبرانے والا آدمی نہیں۔ اور نہ ہی
کبھی صلح کا طالب ہوگا۔ اب تو ان کے اور ہمارے درمیان تلوار ہی

فیصلہ کرے گی؟! البتہ ان کی چابک دستیاں اور آپ کی کمزوریاں مجھ کو
حیرانی میں ڈال رہی ہیں۔"

بھیشم۔ ہماری طرف سے اطمینان رکھو۔ کسی طرح کے خیال کو دل میں
جگہ نہ دو! کیا ہوا اگر وہ پانچوں بھائی اور کرشن وغیرہ شجاعت
و قوت میں بے نظیر ہیں۔ لیکن تاہم جو کچھ ہم سے بن سکتا ہے۔ اور ہو
سکے گا۔ یقین جانو اس میں ہرگز کوتاہی نہ کریں گے۔ جہاں تک ممکن ہوگا
ان کو پسپا کرنے کی کوشش کریں گے اور یہ ہماری عین خواہش ہے
کہ ہماری زندگی میں تم کو کوئی آزار نہ پہنچے۔ اس لیئے اے "درلیودھن"
تمہارا ہم لوگوں سے بدگمان رہنا سراسر نادانی اور غلطی پر مبنی ہے۔
ہم تمہاری بہتری کے خواہاں ہیں۔ دیکھو آج سپاہ کو گرڑ کی صورت
پر ترتیب دینا چاہتا ہوں۔ امید ہے۔ کہ (حاضرین کی طرف اشارہ کر کے)
آپ لوگ مستعدی اور جوانمردی سے کام لیں گے۔"

ناظرین! صبح ہوتے ہی جب جنگ کی تیاری کا سنکھ بجا۔ تو بھیشم
پتامہ نے گرڑ (جانور) کی صورت پر اس طرح سپاہ کو آراستہ کیا۔ کہ خود
بجمعیت تمام بجائے منقار گرڑ کے جاگزیں ہوا۔ درونہ چارج سر کی جگہ
راجہ کالپی و پنجاب بجائے گردن اور بھگدت۔ شلی۔ جیدرتھ وغیرہ سینے
کی جگہ۔ درلیودھن معہ برادران بازوئے چپ پر۔ اشوتھاماں کرپا چارج
برہدبل بازوئے راست پر۔ اور بے شمار سپاہ اور جری سوار دُم کی جگہ
متعین کیئے۔ سری کرشن جی نے کوروں کے لشکر کی آراستگی کا حال سن
کر ارجن سے کہا۔ "آپ نے سنا۔ بھیشم نے آج سپاہ کو گرڑ کی صورت پر
ترتیب دیا ہے۔ جس کے درہم برہم کرنے کے لیئے ہم کو چاہیئے۔ کہ ایکا
دم حملہ کر کے ان کے قلب میں یکدم گھس جائیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو ان
(کوروں) کو منتشر کرنے کی کوشش کریں۔"

ارجن نے سری کرشن کی تائید کی اور سپاہ کو ہلال (پہلی رات کا چاند)
کی صورت پر آراستہ کرنے کا حکم دیا۔ دائیں طرف بھیم معہ برادران نامی

گرابی مقرر ہوا۔ راجہ دروپد دشٹ دمن۔ سکھنڈی۔ دشٹ کیت جانب ارجن۔ یودھشٹر۔ نکل۔ سہدیو وغیرہ قلب میں۔ آہ اسوقت کورکشیتر کے وسیع میدان میں جانب مشرق و مغرب حیرت انگیز نظارہ پیش نظر ہے دونوں سمتوں میں جہاں تک نگاہ جاتی ہے۔ طرح طرح کی وردیاں پہنے زرہ بکتر سے آراستہ راجپوتی خون سے پُرجوش مست جنگجو بہادر ننگی تلواریں کندھوں پر رکھے کمانیں تانے چلے چڑھائے کچھ اس انداز سے کھڑے ہیں۔ کہ ان کے نیزوں کے پھلوں سناؤں کی نوکوں اور آبدار خنجروں کی دھاروں پر آفتاب کی شعاعیں پڑ کر تمام میدان میں پھیل رہی ہیں۔ اور سُرخ پھریرے ہوا میں اڑ کر شفق کا کام دے رہے ہیں۔ لیکن تعجب یہ ہے۔ کہ جانبین کے بہادر ابھی تک عالم سکوت میں بے حس و حرکت کھڑے ہیں۔ آہ! جونہی طبل جنگ بجا شروع لڑائی کے سنکھوں کی پُرجوش آواز گونجتی ہوئی بہادروں کے کان میں پہنچی۔ جنگی نشان حرکت میں آئے۔ بہادروں کے رتھ آگے بڑھے پیدلوں کا دائیاں پاؤں اٹھا۔ اور آن کی آن میں وہی پلٹنیں اور رسالے جو ابھی کھڑے نظر آتے تھے۔ ایک دوسرے پر آفت آسمانی کی طرح ٹوٹ پڑے۔ کھٹا کھٹ اور کشاکش کی آواز آنے لگی۔ بہادر ارجن بے شمار سپاہ لے کر بھیشم پتامہ پر حملہ آور ہوا۔ اُدھر سے وہ بھی سپاہ لے کر آگے بڑھا اور دونوں میں خونخوار لڑائی چھڑ گئی۔ اگرچہ اس وقت جس طرف نگاہ کریں تلواروں کے وار اور نیزوں کی بارشیں بے رحم نیزے جانبازوں کے سر اچھالتے سینے اور پہلوؤں کو چھید تے نظر آتے ہیں۔ بہادروں کے جسم خون کے فوارے اچھال رہے ہیں۔ بدن تیروں سے چھلنی ہو رہے ہیں لیکن یہ لوگ نشۂ بہادری میں ایسے مخمور ہیں۔ کہ ان باتوں کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے حملے پر حملہ کر رہے ہیں۔

ناظرین! جونہی مہاراجہ یدھشٹر نے کوروں کی سپاہ کی تمام بیگ بڑی دیکھی

بہادر بھیم اور دشٹ دیومن کی زیر کمان سپاہ کو یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیا
بس پھر کیا تھا۔ جس صف میں بہادروں نے رخنہ پڑا دیکھا۔ اسی طرف
کو جھک گئے۔ اور چشم زدن میں بہادر دشٹ دیومن اور بھیم کے پُرزور
حملوں نے کورو سپاہ کو اسی طرح پراگندہ کر دیا جیسے باد تند ابر کو کر
دیتی ہے۔ ؎

ہوا گرم ہنگامۂ کشت و خون + ہوئی خون سے یکسر زمیں لالہ گوں
ہوا بوق اور کوس کا یہ خروش + کہ یکسر پریشاں ہوا صبر و ہوش
ہوا گیر ہو کر غبار زمیں + گیا تا سر سقف چرخ بریں
دو لشکر بہم حملہ آور ہوئے + ہزاروں تق الکدم میں بے سر ہوئے
بشمشیر گرز و سنان و خدنگ + ہوا خوب تر گرم بازار جنگ

ناظرین! بہادر ارجن اور بھیشم پتامہ تو جانب جنوب یہاں سے کچھ فاصلہ
پر زور آزما ہو رہے ہیں۔ اور ادھر یہ قیامت خیز لڑائی چھڑ گئی ہے پرماتما
انجام بخیر کرے۔ دیکھو کس سرعت سے بہادروں کی تلواریں چل رہی ہیں۔
تیر برس رہے ہیں۔ اور میدان کے دلاور سینہ سپر ہو آگے بڑھ رہے
ہیں۔ آہ! راجہ چندر پال اور سورت کے راجہ کا بیہوش ہو کر زمین پر گرنا تھا
کہ دریودھن طیش میں آگیا۔ اور غضبناک ہو کر راجہ یودھشٹر پر حملہ آور ہوا
اور اس سرعت اور اس تیزی سے پے در پے تیر چھوڑے۔ کہ اگر کوئی
اور ہوتا۔ تو بیشک کبھی کا بھاگ گیا ہوتا۔ مگر یودھشٹر جیسے دھارمک اور
نڈر۔ سہدیو جیسے بہادر راجپوت کا قدم پیچھے ہٹنے کب ممکن تھا۔ دیکھئے
کس صبر اور استقلال کے ساتھ ان کے حملوں کو برداشت کرتے ہوئے
نہایت دلیری اور جوانمردی سے سینہ سپر ہو کر مد مقابل بنے ہوئے ہیں
گھوڑوں اور رتھوں کی جولانیوں نے گرد و غبار اُڑا اُڑا کر روز روشن کو
بھی تیرہ و تار بنا رکھا ہے۔ ؎

سیہ گرد سے تیرہ روز تھا + شب تیرۂ مہر جہاں سوز تھا
حریفوں کو ہرگز نہ تھی یہ خبر + کہ پڑتے کدھر ہیں سنان و تبر

چمکتی تھی جب تیغ و تبر و سناں * تو ہوتی تھی کچھ روشنائی عیاں

بہادر ارجن نے دریودھن کی اس جرأت کو دیکھ کر فی الفور اپنے رتھ کو یودھشٹر کے نزدیک پہنچایا۔ ادھر سے بھیم بھی پہنچ گیا۔ اور سخت لڑائی شروع ہوگئی۔ آہ! دریودھن بہادران پانڈوں کو کثرت سے دیکھ کر طیش میں آگیا۔ اور اس زور سے ناقوس بجایا۔ کہ دلاوران میدان کے دل دھڑک اُٹھے۔ بھیشم بلائے ناگہانی کی طرح خشمناک ہوکر مینہہ کی طرح تیر چھوڑتا اور پانڈوی سپاہ کو خاک و خون میں ملاتا ہوا اس طرف کو آیا درونہ چارج وغیرہ سب نامی سردار بھی پہنچ گئے۔ اور جان کو ہتھیلی پر رکھکر ایسے پُرجوش حملے کئے۔ کہ پانڈوی سپاہ دریائے حیرت میں ڈوب گئی۔ دلیروں کے حوصلے پست ہوگئے۔ بھیشم کے پُرزور تیروں نے بھیم اور ارجن کو حیران کردیا۔ یودھشٹر۔ دریودھن کے ہاتھ سے تنگ آگیا۔ آہ! پانڈوں کی یہ نازک حالت دیکھکر سری کرشن سے بھی نہ رہا گیا۔ اور یہی خیال گزرا۔ کہ گھوڑوں کی باگ ڈوریں چھوڑ کر قیامت انگیز چکر اُٹھا کر پانڈوں کی امداد کرے۔ مگر دھرم وہ چیز ہے جو ہر حال میں انسان کے ساتھ رہتا ہے دیکھیئے نسطرح کرشن جی کے بہادر دل کی چٹکی لے کر ان کو وہ موقع پر تگیا کا یاد کرایا۔ جو دوارکا میں کیا تھا۔ کہ "جنگ میں ہتھیار نہیں اُٹھاؤں گا۔ آہ! اس خیال کے دماغ سے اترتے ہی کرشن جی اس سرعت اور تیزی کے ساتھ ارجن کے رتھ کو چکر میں لائے۔ کہ بھیشم کے تیر اس پر کچھ بھی اثر نہ کرسکے اور اس کے تیروں نے حریف کی سپاہ میں تہلکہ مچادیا۔

ناظرین! اس وقت بیشمار راجے نامی گرامی سردار اور بہادر جنگی رتھوں کو گردش میں لاکر ایک دوسرے کے لشکر کو تباہ کر رہے ہیں۔ اور ان کے رتھ نگاہ چشم شوخ کی طرح ایک جا قیام پذیر نہیں۔ اور جا بجا کشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں۔ ہزاروں اسپ بے سوار فیل بے مہاوت آوارہ پھر رہے ہیں۔ اور ایک تھوڑی سی دیر میں ہزاروں کیا لاکھوں نعشیں مختلف رنگ و قد و قامت اور صورت و نگار کی خون میں پڑی ہیں۔

اور میدان کے دلاور نشہ و بہادری کے جوش میں بے پرواہی سے ان
نعشوں پر پاؤں رکھتے ہوئے حملے کر رہے ہیں! پیارے ناظرین!
یہ وہی وقت ہے جس نے شجاعان ہند کو بھی حیرت میں ڈال دیا تھا اور
اور جس کو دیکھ کر بزرگانِ ہند نے مہابھارت و دیا مہابھارت اس جنگ کا نام
رکھا تھا۔ ہمارے امکان سے باہر ہے کہ اس لڑائی کی مفصل تشریح
کریں۔ آخر بہادروں کے جوش کو دیکھکر آفتاب برداشت کی تاب نہ لاسکا
اور مغرب میں جا چھپا۔ چاند نے اپنی منوہر تا دکھا کر دلاوروں کے جوش کو
ٹھنڈا کیا۔ پانڈوی سپاہ مغموم اور کوروی خوشی کے نعرے مارتی ہوئی
کیمپ کو واپس آگئی ❊

روز چہارم

آفتاب کی آمد آمد سن کر مہتابِ شبِ دنیا کو حسرت بھری نگاہوں
سے دیکھتا ہوا رخصت ہوا۔ اور جانبین کے دلاور سلاح جنگ سے
مسلح ہو کر اپنی اپنی فرودگاہوں سے نکلے۔ کوروں کی طرف سے بھیشم پتامہ۔
کرپا چاریہ۔ شل۔ اشوتھاماں۔ درلودھن۔ سودرت۔ جیدرتھ ور اجکان
پنجاب اور بہت سے نامی سردار اپنی اپنی زیر کمان سپاہ کو لے کر میدان
جنگ میں آئے۔ اور ادھر سے دشٹدیومن۔ ارجن۔ بھیم۔ نکل۔ سہدیو
دروپد۔ گھٹوت کچھ پسر بھیم۔ ابھمن سہدیو پسر جراسندہ وغیرہ بہت سے
سردار کثیر التعداد سپاہ لے کر آگے بڑھے۔ اور جونہی آغاز جنگ کے سنکھوں
کی پُر جوش آواز گونجتی ہوئی بہادروں کے کانوں میں پہنچی۔ زہر آلود تیر
ترکشوں سے نکلے۔ اور جانبازوں کے پہلوؤں میں گھر کر گئے۔ آبدار

سلہ بیر ... پانڈوں کے محلوں کو آگ لگنے کے بعد جب پانچوں بھائی آوارہ دشت و بیابان
پھر رہے تھے ... [illegible] ... حبنگی اقوام ... عورت سے شادی ہوئی تھی
... [illegible] ... اول صفحہ ۲۷۴ و ۲۷۵)

تلواریں چمکیں۔ اور مخالفین کے سروں پر بجلی کی طرح کوندنے لگیں۔ ہر ایک تلوار جس کی طرف پڑتی تھی بہتوں کو عدم کے گھاٹ اتار جاتی تھی۔ کاٹ کی یہ حالت تھی۔ کہ سواروں کے خود و زرہ تک کو ایک ہی وار میں پاش پاش کر جاتی تھی۔ بقول ؎

خنجر کو جو کاٹا تو نہ ٹھہری وہ سپر پر + ٹھیری جو سپر پر تو وہ سیدھی گئی سر پر
سیدھی گئی سر پر تو وہ تھی قلب و جگر پر + تھی قلب و جگر پر تو وہ تھی صدر و کمر پر
تھی صدر و کمر پر تو وہ تھی دامن زین پر
تھی دامن زین پر تو نہ گھوڑا تھا زمین پر

خونخوار نیزے اور بھالے میدان کے سرفروشوں کا خون چاٹ کر رستا اُڑ کرنے لگے۔ لڑائی دم بدم زور پکڑ تی گئی۔ بہادر ارجن کی نگاہ جونہی کوروں کی اس سپاہ پر پڑی جو دائیں طرف سے کمک کے لئے بڑھ رہی تھی۔ یلغار کناں اسی طرف کو حملہ آور ہوا۔ اُدھر سے حریف کی سپاہ نے بھی سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا۔ اور خونخوار لڑائی چھڑ گئی۔ بہادر ارجن کے پُرجوش تیروں نے دشمن کی سپاہ میں تھلکہ مچا دیا۔ دلاوروں کے حوصلے پست کر دیئے۔ کیا ممکن جو اس کا ایک تیر بھی خطا ہو۔ دیکھئے کسطرح پیام اجل بن کر ایک ہی وار میں کئی سرفروشوں کا خاتمہ کرتا ہوا بجلی کی طرح چمک کر جسموں سے پار ہو رہا ہے۔ آہ۔ ارجن کے اسقدر بڑھے ہوئے جوش و خروش کو معلوم کر کے اور اپنی سپاہ کو پریشان دیکھ کر کب ممکن تھا۔ کہ بوڑھا بھیشم۔ دشمن و لومن سے مصروف کارزار رہتا نہیں ؟ وہ دیکھئے کس طرح غضب ناک ہو کر رتھ کو دوڑائے شر کرتا ہوا اس طرف کو آرہا ہے۔ اگرچہ پانڈوی سپاہ نے بھی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اس کے روکنے کی ہر چند کوشش کی۔ نکل اور سہدیو کے پے در پے تیروں نے اس کے رتھ کے گھوڑوں کو مجروح کر دیا۔ لیکن تاہم یہ بہادر صفوں کی صفیں چیرتا ہوا اور کسی کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا ہوا آہی رہا ہے۔ ؎

چلاتا تھا رتھ کو وہ یوں خشمگیں + کہ گویا ہے گردش میں چرخ برین

ہزاروں کے اس نے دم کارزار ٭ کیا رشتۂ عمر کو تار تار

بھیشم کی یہ تیزی اور تندی دیکھ کر کرشن جی نے ارجن کے رتھ کو اس کے بالمقابل اس سرعت سے دائیں بائیں کیا۔ کہ بھیشم کا رتھ ذرا بھی آگے جنبش نہ کر سکا۔

سنکھوں کی پُر جوش آواز سے میدان گونج اٹھا۔ فولادی تیروں نے بہادروں کے جسموں کو چھلنی بنا کر خون جاری کر دیا۔ مگر کیا طاقت جو راجپوتی قدم پیچھے ہٹے۔ یا قوی بازو سست پڑیں۔ بلکہ دیکھئے پیشتر سے بڑھ بڑھ کر تیر باراں کر رہے اور نعرے مار مار کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ آہ! ارجن کو خون سے تر اور اکیلا دیکھ کر درپودھن نے بڑے زور سے نعرہ مارا۔ اور بھیشم پتامہ سے کہا۔ خبردار۔ ارجن جانے نہ پاوے یہ کہا۔ اور بجمعیت تمام خود اس پر حملہ آور ہوا۔ مگر چابکدست ارجن نے ان دونوں کا مقابلہ کر کے فن سپاہ گری کے وہ جوہر دکھائے اور ایسے دندان شکن جواب دیئے۔ کہ درپودھن غضبناک ہو کر اپنا سفید مہرہ پھونک کر امداد کا خواستگار ہوا۔ جس کی امداد سنتے ہی کرپا چارج۔ شلی وغیرہ بہت سے سردار اسی طرف جھک پڑے۔ اور کوروی سپاہ کو اس طرح کثرت سے دیکھ کر بہادر ابھمن طیش میں آگیا۔ اور غضبناک ہو کر اس قدر تیر باراں کر کے داد مردانگی دی۔ کہ مخالفین تک عش عش کر اُٹھے۔ بھیشم کے منہ سے بے اختیار صدائے آفرین بلند ہوئی۔ درونا چارج بھی سپاہ لے کر اسی طرف کو بڑھا۔ مگر دھشٹہ دیمن نے اس کو راستہ ہی میں روک لیا۔ اُدھر شلی اور درودپد کا مقابلہ ہو گیا۔ بھیم دائیں طرف سے یورش کر کے ابھمن اور ارجن کی کمک کو آیا۔ بھگدنت نے جو کالی بلا کے نام سے مشہور تھا۔ بے شمار مست ہاتھیوں کی صف بندی کر کے بھیم کی سپاہ کو روک لیا۔ اور فیلان مست نے نہایت بے رحمی سے مجسم ملک الموت کی صورت اختیار کر کے پانڈوی سپاہ کے دلاوروں کو سونڈ سے پکڑ کر زمین پر گرا روندنا شروع کر دیا۔ اور

ایک آن کی آن میں بہت سے جان نثار جان بحق ہو گئے۔ جن کو دیکھتے ہی بھیم کے بدن میں سناٹا سا بھر گیا۔ اور غیض و غضب میں آکر گرز کو اُٹھا لیا ؎

گیا سوئے فیلاں دوندہ دلیر ✤ ہوا جا کے نعرہ زناں مثل شیر
اُٹھا کر جو مارا وہ گرزِ گراں ✤ گرے خاک پر سارے پیل دماں
شتاباں ہوا واں سے سوئے دگر ✤ کیا خستہ جا مغز اور پاش سر
گرے خاک پر وہ جو بیدم ہوئے ✤ گئے چھوڑ میدان زخمی جو تھے

آہ! اس وقت بھیم سین کی بہادری قابل داد ہے۔ دیکھئے کس طرح دلیرانہ بہادر ایک ہاتھ سے گرز اور دوسرے سے تلوار کا وار کر کے مست ہاتھیوں کو نیست و نابود کر رہا ہے۔ اور یہ وہی موقع ہے جس کو مبالغہ پسند اصحاب نے یہاں تک طول دیا ہے۔ کہ بھیم سین کے اوپر پھینکے ہوئے ہاتھی اب تک آسمان پر چکر کھا رہے ہیں"

ناظرین! دریودھن نے اپنی سپاہ کو مغلوب اور بھیم اور اس کی زیر کمان سپاہ کو پُر جوش دیکھ زور سے سنکھ بجایا۔ اور آگ بگولا ہو کر نعرہ مارتا ہوا بیشمار سپاہ لے کر اس پر حملہ آور ہوا۔ درونہ چارج وغیرہ سردار بھی اس پر لوٹ پڑے۔ اگرچہ بھیم بڑی دلاوری اور جوانمردی سے سینہ سپر ہو کر ان سب مقابلہ کر رہا ہے۔ اور ہر ایک کا ترکی بہ ترکی جواب دے کر اپنی سپاہ کا حوصلہ بھی بڑھائے جا رہا ہے لیکن دشمن زور پر ہے اور وہ بدم اس کی طاقت بڑھتی جا رہی ہے۔ دیکھئے! ہر طرف سے تیر بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ اور تلوار بے دریغ چل کر پانڈوی سپاہ کا خاتمہ کر رہی ہے۔ مگر جنگ کے دلاور اس سرفروشی کے میدان میں عزیز جان کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے حریف کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور یقین دلا رہے ہیں۔ کہ راجپوتی خون میں وہ مادہ ہی نہیں۔ جو غنیم کو کثرت سے دیکھ کر حوصلہ چھوڑ دے۔ یا رزم گاہ سے دل چرائے نہیں! نہیں!! بڑی مستقل مزاجی اور جوانمردی سے اور خود ان کے شیر دل اہ۔

تلواروں کے زخم برداشت کرتے ہوئے داد مردانگی دے رہے ہیں۔ قریب تھا کہ بھیم کی تمام سپاہ دشمن کے ہاتھ سے غارت ہو جائے اور اس کی زندگی پر ہزیمت کا بدنما داغ لگے۔ مگر اس اثناء میں گھٹوٹ کچھ اور سہدیو پسر جراسندھ شیر کی طرح نعرے مار کر بھیم کی کمک میں حریف کی سپاہ کو تہ تیغ کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ اور جانبین میں اس قدر تلوار چلی کہ چشم زدن میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خون کی ندیاں بہ نکلیں۔ گھٹوٹ کچھ کا پھرتیلا ہاتھ اس سرعت سے چلا کہ حریف کو وار کرنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ اور نہ ہی وہ بدنصیب اپنی پوری پوری حفاظت ہی کر سکے۔ بلکہ زخمی ہو ہو کر زمین پر گرنے لگے۔ اگرچہ درونہ چارج نے سینہ سپر ہو کر کچھ دیر تک فن سپاہگری کے غیر معمولی ثبوت دیئے۔ دریودھن وغیرہ سرداروں کے سنسناتے ہوئے تیروں اور چمکتی ہوئی تلواروں نے صدہا بہادروں کے جگر اور پہلوؤں کو نشانہ بنایا۔ مگر قسمت میں جب شکست لکھی ہو پھر فتح کی امید کہاں ہے ؎

تقدیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی ٭ بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

ناظرین! جونہی کوروی سپاہ کی نگاہ اس لشکر پر پڑی اور دیکھا کہ وہ لوگ دشٹد دمن اور ارجن کے پرجوش حملوں کی تاب نہ لا کر میدان چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ اور دشٹد دمن۔ یودھشٹر وغیرہ ان کے تعاقب میں ہیں۔ اور سری کرشن ارجن کا رتھ اس طرف بڑھائے آ رہے ہیں بہادروں کے جمے ہوئے قدم اکھڑ گئے۔ اور ارجن کا رعب ان پر کچھ ایسا غالب آیا۔ کہ بجز میدان چھوڑنے کے کچھ چارہ ہی نہ سوجھا۔

روز پنجم

ہوا مہر تاباں جو پرتو فگن ٭ اٹھے کوروں اور پانڈواں صف شکن

پہن کر زرہ ہو رتھوں پر سوار ٭ گئے سوئے میداں پئے کارزار
صفیں کر کے آراستہ سربسر ٭ ہوئے جا کے میداں ہیں جلوہ گر

ناظرین! آج کے میدان جنگ کا سین قابل دید ہے۔ ابھی ایک پہر سے زیادہ دن نہیں گزرا۔ جبکہ دو متضاد اطراف میں جانبین کے لشکروں کی صف بندی ہو رہی ہے۔ جنگی نشان ہوا میں اُڑ رہے ہیں۔ باد رفتار گھوڑے لائن باندھے کھڑے اور کنوتیاں بدل رہے ہیں۔ دوسری طرف مست ہاتھیوں کی قطاریں دشمنوں کو اپنے ایک ہی ریلے میں روند ڈالنے اور اُن کی جانوں کا خاتمہ کرنے کے انتظار میں کھڑی ہیں۔ اور ہر ایک سپہ سالار اپنی اپنی زیر کمان سپاہ کو ترتیب دینے میں مصروف ہے۔ مہاراجہ یدہشٹر کی سپاہ جس صورت پر آج آراستہ کی جا رہی ہے۔ وہ شکرہ کی ہے اور کوروی سپاہ نہنگ یعنی مگرمچھ کی شکل اختیار کر کے ایک جری رسالے کی آڑ میں حکم کی منتظر کھڑی ہے۔

جب ہر دو جانب سے آغاز جنگ کے نشان بلند ہوئے۔ جنگی باجوں پر جوش دلانے والی چوٹ پڑی۔ کمانیں جو ابھی تنی ہوئی بے حس و حرکت نظر آ رہی تھیں۔ دوہری ہو گئیں۔ اور کشاکش کی آواز آنے لگی۔ پانڈوی سپاہ کا قدم بڑی تیزی سے اُٹھا۔ اور تمام آراستہ شدہ سپاہ بلائے ناگہانی بن کر اسی طرح حریف پر حملہ آور ہوئی۔ جیسے شکرہ اپنے شکار پر ہوتا ہے۔ ادہر سے کوروی سپاہ کے وہ دلاور جو بالمقابل کھڑے نظر آ رہے تھے۔ بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھے۔ اور وہ سپاہ جو مگرمچھ کی صورت پر آراستہ اور کوزپشت ہو کر اور کچھ گھٹنے ٹیکے آہستہ آہستہ اس سپاہ کے پیچھے چل رہی تھی یکدم ادہر اُدہر پھیل گئی۔ اور سینہ سپر حملہ آور حریف کا اس جانفشانی اور دلاوری سے مقابلہ کیا۔ کہ پانڈوی لشکر کے بڑھتے ہوئے قدم وہیں رُک گئے۔ اور سواروں نے رتھوں کو دائیں بائیں کر کے خوب ہی داد مردانگی دی۔ پیدلوں کی جوہر دار تلواریں سر اور دوش پر پڑ کر حیرتناک نظارہ پیش کرنے لگیں۔ نیزے اور برچھیوں

کے آبدار پھلوں نے آفت بپا کر دی۔ گرانبار گرزوں نے جانہاروں کی مضبوط ہڈیوں کو توڑ کر زمین کے ساتھ ملا دیا۔ تھوڑی دیر کے اندر جانبین کے زخمی سپاہی بکثرت نظر آنے لگے۔ بے شمار مجروح گھوڑے اور ہاتھی پاؤں دراز کئے نزع کی حالت میں تڑپتے دکھائی دیئے دروننہ چارج اور بھیشم کے پُرجوش حملوں سے زمین کانپ اٹھی۔ آسمان چکر کھا گیا ارجن کے تیروں نے صفیں کی صفیں خالی کر دیں۔ ادھر بھیشم کو دیکھیں تو اور ہی منظر پیش نظر ہے۔ اُف! کس سرعت سے کمان کو کشش دے کر پے در پے تیر چھوڑتا ہوا پانڈوی سپاہ کو غارت کر رہا ہے۔ اور جونفت وہ اس پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ تو فوراً اپنے رتھ کو گردش میں لاکر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد پھر ان کو آ دباتا ہے۔ گویا اک عقاب ہے کہ ہزاروں پرندوں کو پل بھر میں فنا کرتا جا رہا ہے۔ سہ

نہ تھے وہ تیر جاروب قضا تھے ٭ نہنگ دوسر بجر دغا تھے
ہزاروں آدمی چٹ کر گئے وہ تیر ٭ ہوئے ہرگز نہ پھر بھی وہ شکم سیر

قضا کار ارجن کی نگاہ اس طرف جا پڑی۔ غضب ناک ہو کر للکارتا ہوا بھیشم پتامہ کی طرف جھپٹا۔ جس کو دیکھتے ہی پانڈوی کی سپاہ کے حوصلے بڑھ گئے۔ اکھڑے ہوئے قدم جم گئے۔ اور بڑے استقلال کے ساتھ اپنی اپنی جگہ قائم ہو کر داد مردانگی دینے لگے۔ آہ! ارجن کو دیکھتے ہی بھیشم پتامہ نے رتھ کو آگے بڑھا کر ایک ایسا تیر مارا کہ ارجن کی کمان کا چلہ بے کار کر دیا۔ اور گانڈیو دھنش ہاتھ سے گر پڑا۔ پیشتر اس کے کہ وہ کمان کو اٹھا کر اس کے تیر کا جواب دے۔ بھیشم پتامہ کے پُرجوش پے در پے تیروں نے ارجن اور اس کے رتھبان سری کرشن جی کو زخمی کر دیا۔ مگر اس وقت ارجن کے رتھبان کی عقلمندی اور چابکدستی قابل تعریف، دیکھنے کے قابل ہے دیکھئے کس پھرتی سے رتھ پیچھے ہٹا کر دائیں طرف لے گیا ہے۔ اور اب کچھ آگے بڑھتا ہوا آ رہا ہے نزدیک آتے ہی ارجن

نے ایک تیر کمان سے رہا کیا۔ تیر بھی کونسا! فولادی۔ جو حریف کی زرہ
کو کاٹتا ہوا چھاتی پر لگا۔ اور وہ بے بس ہو کر رتھ میں گر پڑا۔ جب دوسرے
تیر کی نوبت آئی۔ تو اشوستھاماں بجائے سپر کے بھیشم پتامہ کے آگے کھڑا
ہو گیا۔ اور تیر کے لگتے ہی بدحواس ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جس کو اس وقت
رتھ میں ڈال کر لیجا رہے ہیں۔ اور اس اثنا میں بوڑھا بھیشم زخمی شیر کی
طرح پھر حملہ آور ہوا۔ ؎

زک اٹھا کر بھی نہ کم ہو ہمت اہل سیف کی
شیر زخمی جب ہوا تو بن گیا خونخوار اور

اس نے خوب ہی دادِ شجاعت دی۔ اور ایسی سخت لڑائی وقوع
میں آئی۔ کہ اس سے بڑھ کر شاید زمانہ نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔
ناظرین! کثرت خونریزی سے انسان کے اعضا جسموں سے جدا ہو
کر جابجا اس قدر پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہ جن کا کچھ شمار نہیں۔
ہزاروں قوی تن بہادر اپنے اپنے ہمراہیوں کو حسرت بھری نگاہوں سے
دیکھتے ہوئے تڑپ تڑپ کر زمین پر ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ اس
وقت اس میدان کے وسیع دائرہ میں جس طرف نگاہ کریں جانباز سپاہی
جنگجو بہادر جانگداز حملے کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بھیم۔ جیدرتھ
کے مقابلہ میں اڑا کھڑا ہے۔ یودھشٹر۔ شلیہ کو دندان شکن جواب دے
رہا ہے۔ دریودھن اور راجہ براٹ حیرت ناک گاؤ زوری دکھا رہے ہیں۔
درونا چارج اور درپد کے پُرجوش حملے سرد اجسام میں جنگی حرارت پیدا کر
رہے ہیں۔ دشٹدیومن اور کرت پرماں ایک ہیبت ناک نظارہ دکھا رہے
ہیں۔ ان کا ایک ایک تیر میدان کے سرفروشوں کے لیئے ملک الموت کا پیغام
بن رہا ہے۔ غرض اس وقت کورکھشیتر کے میدان میں ہر سو لڑائی کا
بازار گرم ہے۔ سربکف سپاہی موت کی تیاری میں سرگرم جان کو ہتھیلی
پر رکھے ہوئے ایک دوسرے پر حملے کرتے نظر آتے ہیں۔ بہادروں کے
پُرزور نعروں سے میدان گونج رہا ہے۔ [illegible] کی [illegible] رنگ میں رنگا ہوا [illegible]

خون جوش مار رہا ہے۔ لیکن آفتاب نے سب کی شرم رکھ لی۔ اور طبل باز گشت پر چوٹ پڑ ہی۔ جانبین کے دلاور اپنی فرودگاہوں کو واپس گئے۔

روز ششم

ناظرین! آفتاب کی تپش اور گرمی کی شدت از وروں پر کب ہوتی ہے۔ جب دوپہر ہو۔ بس ٹھیک یہی وقت سمجھیئے۔ جس کو ہم مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو کورکشیتر کے اُس میدان کی سیر کرانا چاہتے ہیں۔ جہاں سے اس وقت جنگی باجوں کی آواز ہوا میں گونجتی ہوئی آرہی ہے۔ اور جہاں میدان کے دلاوروں اور تلوار کے بہادر راجپوتوں کے پرجوش حملوں سے زمین تھرتھرا رہی ہے۔ رتھوں کی گھڑگھڑاہٹ اور ہتھیاروں کی کٹا چھنی کی آواز سے آسمان گونج رہا ہے۔ تیروں کی لگاتار بارش سے آفتاب کی وہ شوخ کرنیں جو دلاور راجپوتوں کی بہادری دیکھنے کے لئے اسوقت اور دو قدم آگے بڑھی تھیں۔ اور جن کی ترچھی شعاعیں چمکتے ہوئے تیروں کے پھلوں اور کھنچی ہوئی تلواروں پر گھبرا گھبرا پڑتی اور پریشان ہو ہوکر پھیل رہی تھیں۔ مات پڑ گئی ہیں۔ جہاں دیدہ سپاہ جری رسالے تجربہ کار عمر رسیدہ افسر نوجوان شیر دل سپاہی زخمی ہو ہو کر ایک دوسرے پر خونخوار حملے کر رہے ہیں! انہیں نہ موت کا ڈر نہ ڈھنا کا خطرہ ہے دیکھئے بہادروں کے جسم سے پسینہ پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔ مجروحین کے بدن خون کے فوارے اچھال رہے ہیں لیکن یہ لوگ جنگی خیالات کی دھن میں کچھ ایسے محو ہیں۔ کہ ان دونوں باتوں کی کچھ پرواہ ہی نہیں! اور ہو بھی کیوں۔ راجپوت ہیں۔ آریہ خون ہر ایک بہادر کی رگ رگ میں جوش مار رہا ہے شجاعت طوق غلامی پہنے ہر ایک لشکر کا حوصلہ بڑھا رہی ہے۔ وہ موجودہ مغربی تہذیب کا زمانہ نہیں تھا جو ہم ذرا سا خون دیکھنے سے گھبرا جائیں گے یا گردو نحوست میں گھر کے اُف اُف کریں گے نہ نا اولی اور شکستوں کی تلاش کریں گے۔

نہیں! نہیں!! وہ آرین نسل کی اقبال مندی کا زمانہ ہے۔ اس بہادر قوم نے کبھی ان باتوں کی پرواہ نہیں کی۔ اور اس کے بزرگ ہمیشہ رزم گاہ کو بزم گاہ سمجھتے تھے۔ میدان کارزار میں دشمن کو مارنا اور خود لڑکر ایک کشتری (راجپوت) اپنی زندگی کا ایک اعلے مقصد سمجھتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ دنیا کا تمام آباد حصہ اس بہادر اور بزرگ قوم کے آگے سر جھکاتا تھا۔ ممالک غیر کے باشندے اس کا لوہا مانتے تھے ٭

ناظرین! یہی باتیں ہیں۔ جن پر آج تک راجپوت قوم نازاں اور فخر کرتی ہے۔ اس کا فخر کرنا بیجا نہیں! ذرا ارجن کو دیکھ لیجیئے۔ باوجودیکہ جسم خون سے تر ہے غنیم اس پر حملے پر حملہ کر رہا ہے۔ لیکن یہ شیر مرد ذرا بھی نہ گھبراتا ہوا اپنی تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ حریف کی کثیر التعداد فوج کا کس جانفشانی کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے۔ اور کیسے دلیرانہ درونہ چارج جیسے تجربہ کار استاد کے تیروں کا جواب زبان تیر سے دیتا ہوا آگے قدم بڑھائے چلا جا رہا ہے۔ ادھر جرنیل بھیم جس پر پانڈوی سپاہ نازاں ہے اور جس کے سینے میں جرأت کا دریا لہریں مار رہا ہے۔ شجاعت سر موئے بدن سے ٹپک رہی ہے۔ ناقوس بجاتا تیر و تبر سے کام لیتا ہوا دشمن کی صفیں کی صفیں چیرتا پرے کے پرے صاف کرتا دیکھئے کس طرح دلیرانہ دریودھن پر جو اپنی سپاہ کے پیچھے کھڑا ہے۔ حملہ آور ہوا ہے۔ ؎

تیغ ہے دست اجل اور تیر ہے تیر قضا ٭ سر اڑاتی ہے جو وہ تو چھیدتا ہے یہ جگر

آہ! اس کو یوں تنہا آتے دیکھ کر کرن حیران اور دریودھن بھونچکا سا رہ گیا۔ اور خود رفتہ ہو کر کہنے لگا "ایں اس قدر سپاہ میں سے اس کو کوئی بھی روک نہ سکا۔ اتنے جوانوں میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکا جو یہ بے خوف و خطر یوں بے باکانہ آگے بڑھا آرہا ہے! کرن! خبردار یہ جانے نہ پائے"! یہ کہا اور زور سے سنکھ بجا یورش کر کے چاروں طرف سے بھیم کو گھیر لیا۔ لیکن جونہی یہ ایک پر جوش نعرہ مار کورو ہی سپاہ پر جھپٹا۔

حریف کے لشکر کے دل دہل گئے۔ بہادروں کے جمے ہوئے قدم اُکھڑ گئے اور یہ مستانہ وار میدانِ کارزار میں دشمن کو پسپا کرتا اور خود ان کے ہاتھ سے زخم کھاتا ہوا گھومنے لگا۔ کسی کو جرأت نہ پڑی۔ جو مقابل آکر لڑے ہاں دُور سے وار کر رہے ہیں۔ اور جب یہ ان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ تو دس قدم پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ جس وقت بھیم نے دیکھا۔ کہ بکرتن کی آڑ میں دریودھن کھڑا تیر برسا رہا ہے۔ غضبناک ہو کر اس طرف کو بڑھا۔ اور بآوازِ بلند کہا " او کمبخت مقابل آکر لڑ! کیوں چھپ کر وار کر رہا ہے۔ ظالم تو ہی اس معرکۂ عظیم کی بُنیاد ہے۔ تیرے ہی جور و جفا نے دروپدی کو بے حرمت کیا۔ تیرہ سال ہم پر مصیبت ڈالے رکھی۔ رانی کنتی مبتلائے غم ہوئی۔ یاد رکھ اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ تیری سنگدلیوں اور بے انصافیوں کی سزا تجھ کو دی جائے میرا گرزِ گرانبار تیرے مغز کو پاش پاش کرے۔ اور خنجر آبدار تیرے جگر کا خون پیئے "! یہ کہا اور پُرجوش نعرہ مارا۔ سے

نعرہ پُرزور وہ مارا کہ جس کے خوف سے ؛ شیر گردوں کا جگر بھی پانی پانی ہو گیا

اور ساتھ ہی وہ خونخوار حملہ کیا۔ کہ بھیمسین کو پُر غضب دیکھ کر کوروی سپاہ کے چھکے چھوٹ گئے۔ بہادروں کے دل دہل گئے ترتیب یافتہ سپاہ منتشر ہو گئی۔ اور جس طرف اس بہادر کی نگاہ اٹھ گئی صفیں کی صفیں خالی دستہ کے دستہ ندارد۔ سے

آمد تھی گرز کی کہ اجل کا پیام تھا ؛ یہ صف اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا
بجلی کی طرح چار طرف تیغ کا ہنگام تھا ؛ ششدر تھی موت معرکہ قتل عام تھا

گو اس وقت کوروی سپاہ کے ان دلاوروں نے جنہوں نے بھیم کو نرغہ میں لیا ہوا تھا۔ دل چھوڑ دیا ہے مگر بکرتن وغیرہ سرداروں کو دیکھئے کیسے خونخوار ہو کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور دریودھن طیش میں آکر اسی طرف کو لپکا ہے لیکن بھیم نے بھی ایسی دادِ مردانگی دی۔ کہ سب کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ دریودھن زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور درونا چارج گرجتا ہوا مقابل آیا۔ مگر اس اثنا میں دشٹ دیومن بھی جو بھیم کے نرغہ میں آنے کی خبر

سن کر اس طرف مدھ سپاہ کے حملہ آور ہوا تھا۔ دشمن کی سپاہ کو بیدریغ
تہ تیغ کرتا ہوا آن پہنچ گیا۔ اور نہایت جوش و خروش کے ساتھ لڑائی ہونے
لگی۔ پانڈوی سپاہ کچھ ایسی دل کھول کر اس وقت لڑی۔ کہ حریف کے
اوسان خطا ہو گئے۔ غنیم کی سپاہ کے قدم اکھڑ گئے ہر چند درونا چارج
وغیرہ نے جوش دلایا۔ حوصلہ بڑھایا۔ لیکن کسی کو جرأت نہ پڑی جو میدان
میں ٹھہرے۔ اور ادھر طبل بازگشت پر چوٹ پڑی۔ فریقین کے دلاور اپنے
اپنے کیمپ کو گئے ۔

جاؤ بے فکر ہو کر آرام کرو!

رات کا پہلا پہر ہے انتہا درجے کی تاریکی آریہ ورت میں چھا رہی ہے۔
کورکشیتر کا وہ وسیع میدان جہاں سے دن بھر بہادروں کی تلواروں کی
کھٹا کھٹ اور کمانوں کی کشاکش کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس وقت نہایت
ڈراونا اور خوفناک دکھائی دے رہا ہے خونخوار درندے جا بجا گشت کر
رہے ہیں۔ احمق الّو کھجور کے لمبے درختوں پر بیٹھے رہ رہ کر منحوس کولاہل
مچا رہے ہیں۔ دن بھر کے تھکے ماندے سپاہی پاؤں دراز کیے اپنی اپنی
فرودگاہوں میں آرام کر رہے اور زخمی تڑپ رہے ہیں۔ اور مقتول نزع
کی حالت میں دنیا کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے خیرباد کہہ
رہے ہیں۔ ایسے وقت میں ایک شخص ان خیموں سے جو جانب غرب نصب
ہیں نکل کر سیدھا اُس خیمہ کو [illegible] چارپائی [illegible] جنرل بھیشم
پتامہ گاؤ تکیہ کا سہارا لگائے [illegible] پر بیٹھا [illegible] خیال میں بیٹھا ہے
جونہی اس نو وارد نے قدم اندر رکھا۔ اور سر تعظیم خم کیا۔ بھیشم پتامہ نے
کہا۔ ایں! دریودھن تم اس وقت کیوں آئے۔ میں خود تمہارے پاس جانے
کو تیار تھا۔ (اس کے جسم پر نظر ڈال کر) اُف خون اب تک بند نہیں ہوا!

درلودھن۔ خون کو دیکھ کر حیران کیوں ہو گئے؟ آج سخت جنگ وقوع میں آئی۔ غضب کی خونریزی ہوئی۔ ہمارا سپاہ نے خوب ہی ہاتھ دکھائے۔ مگر افسوس پھر نا کامیابی۔ نہیں معلوم کیا بھید ہے۔ جو حریف کا دن بدن حوصلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اکیلا بھیم پرے کے پرے صاف کرتا ہوا مجھ تک پہنچ گیا۔ اور آپ لوگوں کی شکل تک نہ دیکھی۔ اس کو بھول تو کیا بھول اکیا سمجھتی اور وفاداری کی یہی باتیں ہیں۔ جو ظہور میں آ رہی ہیں۔ بھیشم جی صاف کیوں نہیں کہہ دیتے۔ کہ آپ کو پانڈوں کی طرفداری منظور ہے مجھ کو مغالطہ میں ڈال رکھا ہے؟

بھیشم پتامہ۔ درلودھن گھبراؤ نہیں مستقل مزاجی سے کام لو۔ جنگ و جدل کے اتفاقات پر میدان سے دلاور اکثر زخمی ہوا کرتے ہیں۔ لیکن حوصلہ نہیں چھوڑتے۔ تمہارا کوئی بھی بدخواہ نہیں۔ ہم سب دل و جان سے تمہارے خیر خواہ ہیں۔

اگر ان کی طرفداری منظور ہوتی۔ تو ہم کو روکنے والا ہی کون سکتا تھا۔ مگر نہیں! مرد کا سخن سر کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں دل و جان سے تمہارا مددگار ہوں۔ اور تمہاری ہی بہتری چاہتا ہوں۔ اگر میرے اختیار میں ہو۔ تو ابھی پانڈوں کو نیست و نابود کر دوں۔ لیکن یہ سب ایشور کے اختیار میں ہے۔ اور میں اس بات کو پہلے کہہ چکا ہوں۔ کہ ان کی طاقت زبردست طاقت ہے۔ اور ان کی امداد میں بڑے بڑے تجربہ کار راجے مہاراجے ہیں۔ ان پر غالب آنا کوئی آسان کام نہیں۔ ہاں کوشش کرنی ہمارا فرض ہے۔ سو کرتے ہیں۔ اور کریں گے۔

درلودھن۔ شاید آپ کا فرمانا درست ہو! لیکن جہاں تک میں دیکھتا ہوں بالکل ناممکن امر ہے۔ کہ آپ کوشش کریں اور کامیاب نہ ہوں۔ پانڈوں میں کوئی عمر خواب کا ہے نہیں۔ کہ جو ہی بار بار شکست کھا بھاگیں ان پانچوں کے لئے آپ اکیلے ہی کافی ہیں۔ بشرطیکہ آپ کا دلی ارادہ ان کو پامال کرنے کا ہو۔

بھیشم پتامہ۔ درلودھن! ہٹ نہ کرو۔ میرا یہ ہرگز منشا نہیں۔ کہ

میری موجودگی میں تم کو کوئی صدمہ پہنچے۔ یا تمہاری سپاہ کا نقصان ہو۔ ہاں تقدیر اور بات ہے۔ لیکن یقین رکھو میری طرف سے کبھی بھی کوتاہی نہ ہوگی اور نہ ہی اُن کو ہلاک کرنے میں کوئی فروگذاشت کروں گا۔ جاؤ بے فکر ہوکر آرام کرو۔ رات زیادہ گذر چکی ہے ۔

روز ہفتم

ادھر دنیا میں اپنی تیز شعاعوں کے نیزے چمکانے والا آفتاب میدان مشرق سے نمودار ہوا۔ اُدھر جانبین کے دلاور صبح کے مذہبی فرائض ادا کرکے زرہ بکتر پہنکر حربہ جنگ سے مسلح ہوکر میدانِ کارزار میں پہنچے۔ اور سپاہ کی آراستگی میں مشغول ہوگئے ۔

ناظرین! جونہی آغاز جنگ کا خونی پھریرا ہوا میں اڑا۔ طبل جنگ پر چوٹ پڑی۔ اور سنکھوں کے پُرجوش آواز گونجتی ہوئی جانبازوں کے کانوں میں پہنچی۔ دلاوروں کا داہنا پاؤں اٹھا۔ اور تیزی کے ساتھ اس سرفروشی کے میدان میں آگے بڑھا۔ اور کچھ دور جاکر حریف کے مقابل جم گیا۔ اور خونخوار لڑائی چھڑ گئی۔ چنانچہ دیکھئے۔ درونا چارج سے راجہ براٹ اُلجھ پڑا۔ اشوتھاماں۔ شکھنڈی سے ہم نبرد ہے۔ نکل اور سہدیو راجہ شل کو للکار رہے ہیں۔ چترسین اور بکرن کا بھیمن مقابلہ کر رہا ہے۔ بھیمن کو گھٹوٹ کچھ ڈانٹ رہا ہے۔ بھیم اور ارجن بہت سے راجاؤں کو نشانہ تیر بنا رہے ہیں۔ جیدرتھ اور دروپد اڑے کھڑے ہیں دشٹ دیومن دریودھن پر ہاتھ صاف کر رہا ہے۔ راجہ یدہشٹر اور سرتائی کا سخت مقابلہ ہو رہا ہے۔ غرضیکہ اسوقت کورکشیتر کا میدان میدان جنگ بن رہا ہے جس طرف نگاہ کریں نیزے جھکے ہوئے تلواریں تنی ہوئی نظر آتی ہیں۔ کمانیں کھنچی ہوئی چلے چڑھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بہادروں کی قسمتوں

کا تیغ و تبر سے فیصلہ ہو رہا ہے۔ انسان کے بیش قیمت خون سے میدان
سیراب ہو کر خوفناک سین دکھا رہا ہے۔ اور فریقین کے جنگجو بہادر اس
سرفروشی کے میدان میں دیکھئے کسطرح دادِ شجاعت دے رہے ہیں
اور ایک دوسرے پر نعرے مار مار کر حملے کر رہے ہیں۔ بہادر سنگھ (راجہ
براٹ کا لڑکا) اگرچہ درونا چارج جیسے تجربہ کار استاد کے مقابلہ کی تاب
نہیں رکھتا تھا۔ لیکن وہ بھی اسوقت جنگی خیالات کی دھن میں کچھ ایسا محو ہو رہا
ہے کہ اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتا ہوا دیکھئے کسطرح سینہ سپر
ہو کر آگے بڑھ کر تیر چھوڑ رہا ہے۔ آہ! جونہی درونا چارج نے دیکھا
کہ ایک طفلِ نوخیز اس کے مقابلہ میں اڑا کھڑا ہے۔ اور راجہ براٹ جس
کے رتھ کے گھوڑے مجروح کر کے ابھی رتھیان کو ہلاک کیا تھا۔ اسی
کے رتھ میں بیٹھا ہوا تیر باراں کر رہا ہے۔ غضبناک ہو کر اپنے رتھ کو
حرکت میں لا کر پے درپے اسقدر تیر برسائے۔ کہ دلاور سنگھ عاجز آ گیا۔
اور ایک فولادی تیر کے چھاتی میں لگنے سے والدین کو داغِ مفارقت دے گیا۔
آہ! اپنے لختِ جگر کو ہلاک دیکھ کر راجہ براٹ نے راہ گریز اختیار کی۔ اور
درونا چارج اس کے تعاقب میں ہوا۔ مگر شنکھنڈی شیر نر کی طرح گرجتا
ہوا اس کے مقابل آیا۔ اور اس کے بڑھتے ہوئے قدم کو وہیں روک دیا
ادھر نکل اور سہدیو کے ہاتھ سے شل زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور
جگنان نے کرپا چارج کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا۔ شل اور کرپا چارج کو زخمی
اور مغلوب دیکھ کر کوروی سپاہ میں غضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور نہایت
غیظ و غضب میں سبھوں نے چاروں طرف سے حملے شروع کر دیئے۔
جیدرتھ۔ دریودھن سگن وغیرہ بہت سے بہادر مل کر بھیم اور ارجن پر حملہ
آور ہوئے۔ اور اسطرف سے ابھمن۔ دشٹہ دیومن۔ یودھشٹر وغیرہ بھی
ان کی کمک کو پہنچ گئے۔ اور ایک حیرتناک لڑائی شروع ہو گئی۔ اور آن
کی آن میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ فریقین کے لاکھوں بہادر چشم زدن
میں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بسترِ عدم پر لیٹ گئے۔

ناظرین! قریب تھا کہ کوروی سپاہ راہِ گریز اختیار کر کے ہزیمت کا داغ لے کر پسپا ہو۔ کہ اتنے میں بھیشم پتامہ سیاہ شیر کی طرح ڈکارتا اور دشمن کے لشکر کی صفیں کی صفیں چیرتا ہوا راجہ یدھشٹر کے سر پر آ گرجا۔ دوسری طرف سے اشوتھاماں بھی پہنچ گیا۔ اور دونوں دلاوروں نے بہادری اور جوانمردی کے وہ جوہر دکھائے کہ یکدم میدان کا رنگ بدل گیا۔

ہوئے کشتوں کے پشتے واں بے شمار * رواں ہو گئیں جوئے خوں صد ہزار
ہوئی کرگسوں اور عقابوں کو عید * ہوئی گنجِ نعمت کی پیدا کلید
ہر ایک زندہ یہاں تک پریشاں ہوا * کہ کورو کھیت محشر کا میدان ہوا

اگرچہ دسٹدیومن اور شکھنڈی وغیرہ نے ہر چند کوشش کی اور ارجن نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر کوروی پلڑا آخر کار بھاری رہا۔ آفتاب نے بیوقت دغا دی۔ یا یوں سمجھئے۔ کہ مارے شرم کے منہ چھپا لیا۔ اور پانڈوں کے دل کے ارمان نکلنے نہ پائے تھے کہ طبل بازگشت پر چوٹ پڑی۔ کوروی سپاہ خوشی کے نعرے مارتی ہوئی اپنے کیمپ کو واپس ہوئی *

روز ہشتم

ناظرین! جن ہتھیاروں کو دیکھ کر آج ہمارے اوسان خطا ہوتے ہیں۔ اور بدن میں رعشہ سا پڑ جاتا ہے۔ اس زمانہ میں جس کا تعلق ہمارے ناول سے ہے۔ یہ ہی ہتھیار آرین نسل کے فخر کا باعث سمجھے جاتے تھے اور ان کا استعمال اس پیاری قوم کے بچوں کے دائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اس کی شجاعت اور دلاوری تمام عالم میں مشہور تھی۔ دنیا کا کوئی بھی آباد حصہ ایسا نہ تھا۔ جس نے اس بہادر قوم کا لوہا نہ مانا ہو۔ یا یوں سمجھئے۔ کہ روئے زمین پر اگر کوئی سرتاج قوم شمار کی جاتی تھی۔ تو یہی تھی

جس کی اقبالمندی اور یاوری بخت کو دیکھ کر پیر ملک بھی حیران تھا۔ افلاس دیاس کوسوں بھاگتے تھے۔ علم وہنر کا بازار گرم تھا۔ ویدک دھرم کی عظمت کا جھنڈا کوہ ہمالیہ کی بلند چوٹی پر لہراتا تھا۔

ناظرین! یہ سب کچھ تھا! مگر یہ ایک زمانہ ہی انقلاب پسند تھا۔ جو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کاش یہ منحوس خیالات دریودھن کے دماغ میں پانڈوں کی تباہی کے نہ سماتے تو آج بھارت کے شوم طالع کو اس جنگ عظیم کے سامان مہیا کرنے کا موقع نہ ملتا۔ جس کے آٹھویں دن کی لڑائی کے لئے وہی فخر قوم کورو اور پانڈو کورکشیتر کے میدان میں اسوقت جبکہ ایک پہر سے زیادہ دن گزر چکا ہے۔ سپاہ کو آراستہ کرکے ایک دوسرے کے خون پر آمادہ ہوکر کمریں کس کر ترکش سنبھال رہے ہیں۔ اور بہت سے فرمانروا اپنی اپنی سپاہ کو ترتیب دیکر جانبین کی کمک میں منتظر حکم کے کھڑے ہیں۔ آہ! جونہی طبل جنگ بجا۔ اور سنکھو نکی پر جوش آواز گونجتی ہوئی بہادروں کے کان میں پہنچی۔ پانڈوی سپاہ نے جس کو دیروزہ لڑائی آفتاب کی بے وفائی پر افسوس کرتے ہوئے میدان چھوڑنا پڑا تھا۔ اور رات بھر بہادرانہ موت کا انتظار کرتے رہے تھے۔ پر جوش حملہ کیا۔ اور ادھر سے کورو بھی سینہ سپر ہوکر آگے بڑھے۔ بس پھر کیا تھا۔ موت کا بازار گرم ہوگیا۔ اور قضا جانہاروں کا خاتمہ کرنے لگی۔ تلوار تلوار سے اور نیزہ نیزے سے ٹکرانے لگا۔ خونخوار تیر مینہہ کی طرح جانبین کی طرف سے برسنے لگے۔ اور اس جوش وخروش کے ساتھ لڑائی چھڑ گئی۔ کہ دلاوروں کی ہل چل سے زمین متزلزل ہوگئی۔ اور روز روشن گرد وغبار سے تیرہ وتار ہوگیا۔ بھیشم پتامہ شیر نر کی طرح گرجتا ہوا افغانستان اور پنجاب کے راجاؤں پر حملہ آور ہوا۔ اور بلائے ناگہانی کی طرح ان کی سپاہ کا نام کرنے لگا۔ اگرچہ انھوں نے بھی جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ اور حریف کو پسپا کرنے کی بہتیری کوششیں کیں۔ لیکن اس شکنجہ اجل

یا کالی بلا کے جسم پر ان کی آبدار تلواریں اور خونخوار تیر کچھ بھی جوہر نہ دکھا سکے۔ اور قریب تھا۔ کہ یہ سب بزدلوں کی طرح میدان چھوڑ کر بھاگیں۔ مگر اس اثناء میں بھیم سین للکارتا ہوا ان کی کمک کو پہنچ گیا ادھر سے دریودھن بھی سپاہ لے کر بھیشم پتامہ کی امداد میں آیا۔ اور دونوں میں سخت لڑائی ہونے لگی۔

ہوا گرم ہنگامۂ کشت و خون ✤ ہوئی خوں سے یکسر زمیں لالہ گوں
ہوا بوق اور کوس کا یہ خروش ✤ کہ یکسر پریشان ہوا صبر و ہوش
ہوا گرد ہو کر غبارِ زمیں ✤ گیا تا سرِ سقفِ چرخِ بریں
دو لشکر بہم حملہ آور ہوئے ✤ ہزاروں تن اک دم میں بے سر ہوئے

ناظرین! ایک آن کی آن میں ہزاروں بہادر جاں بحق تسلیم ہوئے سینکڑوں مجروح ہو کر زمین پر تڑپنے لگے۔ بہادر دریودھن کے آٹھ بھائی داغِ مفارقت دے گئے۔ آہ! ان کو نزع کی حالت میں تڑپتے ہوئے دیکھ کر دریودھن چشم تر ہو۔ بھیشم پتامہ سے جا کر کہنے لگا۔
"یہ عجیب بات ہے۔ کہ آپ کی موجودگی میں بھیم میرے آٹھ بھائیوں کو ہلاک کرے۔ اور آپ اس طرف مصروف رہیں۔ اور اس سے انتقام لینے کی کوشش ہی نہ کریں ✤

بھیشم پتامہ۔ یہ وقت رونے اور شکوہ و شکایت کا نہیں۔ بلکہ چھاتی پر پتھر رکھ کر خونِ جگر پی کر خاموش رہنے کا ہے۔ دلاورانِ جنگ اس وقت کے مردوں پر عورتوں کی طرح رویا نہیں کرتے۔ بلکہ آگے سے بڑھ کر جنگ و جدل میں انتقام لینے کی کوشش کرتے ہیں ✤

ناظرین! دریودھن کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کہ دشٹ دیومن شکھنڈی ساتک وغیرہ نے مل کر پُر جوش حملہ کر دیا۔ ارجن اور یدھشٹر بھی پہنچ گئے۔ دوسری طرف سے اشوتتھاماں۔ درونا چارج۔ شل۔ وغیرہ نامی سردار بڑی تیزی کے ساتھ اس طرف بڑھے۔ اور فریقین میں قیامت خیز لڑائی شروع ہو گئی۔ آہ! اسوقت گرد و غبار میں بجز تلوار کی چمک کے کچھ

نظر ہی نہیں آتا۔ ہاں کشش کمان اور نعرۂ مبارزان سنائی دے رہے ہیں۔ یا شور و فغان و نالہ و بکا کی صدائیں آرہی ہیں۔ اس قیامت خیز لڑائی میں جانبین کے اس قدر بہادر میدان میں کام آئے۔ کہ محاسب عقل حیران و منشئ وہم اس کے شمار سے عاجز ہے۔ پانڈوہی دلاور تو یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ جس طرح ہو اس لڑائی کا خاتمہ آج ہی کر ڈالیں۔ مگر آفتاب ان کے برعکس پہلو بدل رہا ہے اور آخر وہی زبردست نکلا جس کے غروب ہوتے ہی اُن کو آج کی لڑائی بند کرنی پڑی ۔

ہمیں شکست پر شکست کیوں ہوتی ہے؟

رات کا پہلا پہر ہے دن بھر کے تھکے ماندے سپاہی بستر جما جما کر پاؤں دراز کر رہے ہیں۔ اور جنگجو بہادر اپنے اپنے خیموں میں بیٹھے میدان جنگ کی بساط بچھا کر عقل کے مہرے چلا رہے ہیں۔ اور حریف کو مغلوب کرنے کے نقشے کھینچ رہے ہیں۔ ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں پہنچتا ہے۔ وہ راجہ دریودھن کا خیمہ ہے جسمیں اسوقت کافوری شمعدان روشن ہے۔ اور کرن۔ درونا چارج۔ شلّ وغیرہ بہت سے سردار بیٹھے ہیں جن کو مخاطب کر کے دریودھن کہہ رہا ہے ”میں اس بات کو خوب جانتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں کی دلاوری اور جد و جہد میں کچھ شک نہیں بے شک آپ لوگ جان توڑ کر لڑتے ہیں۔ اور ہماری سپاہ بھی دشمن سے زیادہ ہے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر ہمیں شکست پر شکست کیوں ہو رہی ہے۔ ہمارے مقتولوں کی تعداد حریف سے زیادہ کیوں وقوع میں آتی ہے ۔

کرن ! آپ کا فرمانا بجا ہے ا بیشک ہمارا نقصان بہ نسبت پانڈوں کے زیادہ ہو رہا ہے۔ جس کو دیکھ کر اُن کے حوصلے بڑھے جاتے ہیں۔ لیکن یہ سبب کیوں ؟ (دریودھن کے منہ کیطرف دیکھکر) اسی لئے تاکہ بچشم دل و جان سے

کوشش نہیں کرتا۔ اور کرے بھی تو کیوں کر۔ اُس کو تو اُن (پانڈو) کی خاطر منظور ہے۔ کیونکہ اس کے دماغ میں یہی سمایا ہوا ہے۔ کہ وہ راستی پر ہیں۔ افسوس! اگر ذرا بھی یہ جم کر لڑے اور حریف کو مغلوب کرنے کی کوشش کرے۔ تو اُن کی طاقت ہی کیا ہے۔ جو میدان میں ٹھہر سکیں! بھائی میں سچ کہتا ہوں۔ کہ یہ مار آستین ہے۔ یہ ضرورت پیر و نما دے گا۔ مناسب یہی ہے۔ کہ اُسے جا کر صاف کہدو۔ کہ لڑنا ہو تو جان توڑ کر لڑے۔ اور داد شجاعت دے۔ ورنہ ہتھیار اُٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں[1] نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ اس کی موجودگی میں ہتھیار نہیں اٹھاؤنگا۔ ورنہ دکھا دیتا۔ کہ میدان جنگ میں اسطرح لڑتے ہیں۔ ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں ٭ ورنہ کیا بات کرنے نہیں آتی

دریودھن! غضب تو یہی ہے۔ کہ جانثار سپاہی تو سر بکف میدان میں نظر آئیں۔ اور دشمن کے تباہ کرنے میں کوئی بھی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں اور سپہ سالار کی تلوار کچھ جوہر ہی نہ دکھائے (کچھ دیر سوچنے کے بعد) بے شک اس کی سازش خطرناک ہے۔ اس کا فیصلہ ابھی ہو جانا چاہیئے ٭

یہ کہتے ہی وہاں سے اُٹھا۔ اور بھیشم پتامہ کے خیمے میں پہنچکر سر تعظیم خم کیا۔ اور چشم تر ہو کر بولا۔ میں نے آپ کے زور بازو پر پانڈو سے جنگ شروع کی۔ اور آج آٹھ روز گزر گئے۔ وہی ظفر مند رہے۔ ہم پے در پے شکستیں کھا رہے ہیں۔ اور جسقدر نقصان اُٹھایا وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اب ہم پر رحم کیجئے۔ اور داد شجاعت دیجئے۔ ہاں اگر آپ کو اس موقعہ پر ان کی خاطر ہی منظور ہے۔ اور آپ اپنی خنجر آبدار ان کی گردن پر نہیں چلا سکتے۔ اور نہ ہی آپ کے دشمن کش تیر اُن کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ تو آپ دو چار روز آرام کیجئے۔ اور ہتھیار کھول کر رکھ دیجئے۔ ہم خود نپٹ لیں گے۔ بھائی کرن ہمیشہ اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار ہے۔ لیکن افسوس وہ آپ کی موجودگی میں کچھ کر نہیں سکتا

[1] جب کورو اور پانڈو کے درمیان جنگ کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ اسوقت بھیشم پتامہ نے ارجن کو کرن پر ترجیح دیکر بہت کچھ کہا تھا جس کو سن کر کرن آشفتہ خاطر ہو گیا۔ اور قسم کھائی۔ کہ بھیشم پتامہ کی موجودگی میں حربۂ جنگ سے مسلح نہ ہونگا۔ دیکھو مہابھارت پرب ۱۵

بھیشم پتامہ۔ (چیں بجبیں ہوکر) یہ میرا ہی کام تھا۔ جو ارجن کا مقابلہ کیا! اگر ان
بیچارے اتنی لبساط ہی کیا ہے۔ جو اس کے آگے دم مار سکے۔ دیکھو دریودھن
میں وہ شخص ہوں۔ کہ میدان جنگ میں خواہ کیسا ہی میرا عزیز مقابلہ پر کیوں نہ ہو
اُس کی بھی رعایت کرنا کشتری دھرم کے خلاف سمجھتا ہوں۔ اور جب ایسا کرنا
منظور ہوگا۔ تو صاف کہہ دوں گا۔ کہ میں اس سے جنگ کرنا نہیں چاہتا۔ افسوس
تم کو خوش کرنے کی میں ہر چند کوشش کی۔ اور اپنی لباط سے بھی بڑھ کر لڑا۔ مگر
اُن پر جو غالب نہ آسکا۔ تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اور یہ میری عادت کے خلاف
ہے۔ کہ میدان جنگ کو چھوڑ کر بزدلوں کی طرح بیٹھ کر آرام کروں۔ اگر میں میدان
جنگ میں کام آیا۔ تو سیدھا سورگ کو جاؤں گا۔ اور اگر ظفر یاب ہوا۔ تو تم سے
سُرخرو ہونگا۔ دریودھن! میری طرف سے اطمینان رکھو۔ اور جاکر آرام کرو۔

روز نہم

جونہی مہتاب شب دنیا کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوا رخصت
ہوا۔ اور شاہ خاور کا سُرخ علم آسمان کے مشرقی میدان میں بلند ہوا۔
بہادر کورو اور پانڈو کی وفادار سپاہ اور جانثار دلاور صف بستہ میدان کارزار
میں دکھائی دیئے۔

ناظرین اسوقت ان بہادروں کے چہرے جوش جرأت سے سُرخ ہو
رہے ہیں۔ آنکھیں کیف جنگ کے خمار سے مخمور ہیں اور راجپوتی خون دلیروں
کی رگ رگ میں دورہ کر رہا ہے۔ تلواروں نیاموں سے بیباکانہ نکل رہی ہیں۔
سواروں کے نیزے اور بھالے کچھ عجیب انداز سے آگے کو جھکے ہوئے ہیں
کمانیں تنی اور چلّے چڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ گھوڑوں ہنہناہٹ سے
کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی! اسوقت دائیں بائیں جسطرف خیال کریں
جنگجو دلاور اور صف شکن بہادر بڑی بے صبری سے انتظار کرتے ہوئے
نظر آتے ہیں۔ آہ! جونہی جنگی باجوں پر چوٹ پڑی۔ آغاز جنگ کے سنکھ

بجے۔ جانبین کی کمانوں سے لاکھوں تیر اُڑے۔ اور جانبازوں کے پہلوؤں کو چیرتے ہوئے پار نکل گئے۔ سواروں کے بارفتار گھوڑے اور تجربہ کار جرنیلوں کے رتھ کچھ اس تیزی سے آگے بڑھے۔ کہ زمین تھرا گئی۔ بزدلوں کے دل کانپ اُٹھے۔ بہادروں کے خون میں بلا کا جوش بھر آیا۔ اور دماغی حرارتیں اعتدال سے بڑھ گئیں۔ جنگی خیالات کی دُھن میں اپنے زور بازو کا کچھ بھی امتیاز نہ کر سکے اور نعرے مارتے ہوئے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے بہادر ابھمن کی فوج نے یورش کرکے حریف کی سپاہ پر اسقدر تیر برسائے۔ کہ مجبوراً اس کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور خود ابھمن کی تلوار اس سرعت سے چلی۔ کہ جو سامنے آیا۔ برگ خزاں کی طرح زمین پر گر پڑا۔ پانڈوی لشکر کا یہ زور شور دیکھ کر پاچارج اور دریودھن غضبناک ہوکر آگے بڑھے۔ اور اس جانفشانی اور دلاوری سے حریف کا مقابلہ کیا۔ کہ اس کا بڑھتا ہوا قدم وہیں رُک گیا۔ اور اسقدر پے در پے تیر برسائے۔ کہ ابھمن کا بدن چھلنی ہو گیا۔ اور جسم سے خون کے فوارے جاری ہو گئے۔ لیکن اس دلاور نے بھی وہ دادِ شجاعت دی کہ لوگ اس کی دلاوری کو دیکھ کر ارجن کے کارنامے بھول گئے اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آواز بلند ہوئی۔ جونہی کہ پاچارج کی چھاتی میں تیر لگا۔ اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا! دریودھن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ سپاہ نے جی چھوڑ دیا اور قریب تھا۔ کہ حریف سے میدان خالی نظر آئے۔ لیکن اس اثناء میں وہی کالی بلا یاگرگ دیرینہ نعرے مارتا اور للکارتا ہوا رتھ کو اُڑائے آیا۔ اور دُور سے ہی بولا۔ شاباش! ارجن کے سپوت بیٹے شاباش! یہ تیرا ہی کام تھا۔ لیکن خبردار اب سنبھل جا۔ موت کی تیاری کر۔ اب زندہ نہ جائے گا۔ ارجن کو بلا نوحہ خوانی کرے"۔ یہ کہا اور ساتھ ہی تیروں کا مینہہ برسانا شروع کر دیا مگر بہادر ابھمن کو دیکھئے۔ کسطرح دائیں بائیں ہو کر اپنے کو بچا رہا ہے۔ کیا مجال جو ایک تیر بھی نزدیک آئے۔ سب راستے ہی میں وہ اپنے تیروں سے کاٹ رہا ہے۔ ابھمن کو تنہا دیکھ کر کب ممکن تھا۔ کہ پانڈو استقلال سے کام لیتے اور اُس کی کمک کو نہ پہنچتے۔ نہیں! نہیں!! وہ دیکھئے ارجن اور یدھشٹر

دونوں پہنچ گئے۔ پیچھے سے بیشمار سپاہ بھی آرہی ہے۔ دوسری طرف سے
اشوتھاماں۔ درونا چارج وغیرہ بھی بھیشم کی حفاظت کو آگئے۔ اور دونوں
فریقوں میں خونخوار لڑائی ہونے لگی۔ سے

عیاں تھی جا بسو شانِ قیامت ✤ بنا سیداں وہ میدانِ قیامت

غریق قلزم خوں تھے دلاور ✤ تن و سر تھے حباب آسا شناور

ارجن آگے بڑھا ہی تھا۔ کہ بھیشم پتامہ رتھ کو چکر دے کر اس کے مقابل آیا
اور اسقدر تیر باراں کئے۔ کہ ارجن کا ناک میں دم کر دیا۔ کرشن جی نے گھبرا کر باگ
ڈوریں چھوڑ کر کمان پر ہاتھ رکھ لیا۔ مگر ارجن نے نہایت مستقل مزاجی اور بلند
حوصلگی سے کام لیکر اُن کے غضب کو فرو کر کے حریف کا جان توڑ کر مقابلہ کیا۔
اور گانڈیو کے وہ جوہر دکھائے۔ کہ بھیشم پتامہ کی کمان دو نیم ہو کر ہاتھ سے
گر پڑی۔ لیکن اس کی دلیری نے اُس کو اور بھی جری بنا دیا۔ اور دریودھن کے غیرت
دلانے والے جملے اُس کو یاد آگئے۔ فوراً دوسری کمان ہاتھ میں لی۔ اور ایسی تیر کمانز
کی۔ کہ ارجن کچھ دیر کے لئے خود رفتہ سا ہو گیا۔ اور پانڈوی سپاہ کے ہزاروں
دلاور زمین سے ہم آغوش ہو کر لیٹ گئے۔ خون پانی کیطرح بہ نکلا۔ اور کوروی سپاہ
میں غضب کا جوش پھیل گیا۔ درونا چارج اور بھیشم کے تیر تیرِ قضا بن کر بہادروں
کو ملک الموت کا پیغام پہنچانے لگے۔ اور چاروں طرف سے "مار مار" کی آواز آنے لگی
اگرچہ پانڈوں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے۔ اور سپاہ کا ہرچند حوصلہ بڑھایا لیکن
بے سود! ہو ہی کیا سکتا ہے جب کاتبِ تقدیر شکست لکھ چکا تھا۔ تو فتح کیونکر
ہوتی۔ بغرض پانڈوں نے ایسی شکست کھائی۔ کہ حسرت کے ساتھ میدان چھوڑنا
پڑا۔ اور کوروں خوشی کے نعرے مارتے ہوئے واپس ہوئے ✤

چلو رات بہت گذر گئی

اے آجکل کے نوجوانو! مہذب روشنی کے ناز بردارو! ذرا اپنے بھٹکنے ہوئے دل

اور متلاشی خیالوں کو یکسو کر کے اسوقت جبکہ رات کا پہلا پہر گذر رہا ہے۔ اور انتہا درجہ کی تاریکی چھا رہی ہے۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا۔ ہمارے ہمخیال ہو کر اُس خیمہ کی سیر کیجئے۔ جس میں اسوقت شمعدان جل رہا ہے۔ اور شاہانہ مسند پر سری کرشن۔ یودھشٹر اور ارجن۔ بھیشم پتامہ سے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ وہی آپکے بزرگ ہیں۔ جو وعدہ کے پکے اور بات کے سچے ہیں۔ ایفائے وعدہ کو عزیز زندگی پر ترجیح دے رہے ہیں۔ چنانچہ سنئیے! بھیشم پتامہ یودھشٹر سے کہہ رہا ہے۔

"آج تمہارا نقصان بہت ہوا۔ مگر بیٹا اس بات کی فکر نہ کرنا۔ جنگ و جدل کے مواقعات پر اکثر ایسے ہی واقعات پیش آیا کرتے ہیں۔ اور معرکۂ کارزار میں شفقت فرزندی و مہر پدری کا لحاظ کرنا راجپوتوں کی شان کے خلاف ہے۔

یودھشٹر۔ اے امجد بزرگوار ہم کو کسی بات کی شکایت نہیں۔ اور نہ ہی اس بات کا خیال ہے۔ کہ ہمارا نقصان زیادہ ہوا یا آپ کے زور بازو سے ہم کو صدمہ پہنچا۔ اور وہی ہماری شکست کا باعث ہوئے۔ لیکن ہم جس غرض سے اسوقت آئے ہیں۔ وہ صرف یہ ہی کہ کڑے وقت میں آپ جیسے بزرگوں کا مشورہ لینا ضرور ہے امید ہے کہ آپ بھی حسب دستور ہماری بہتری کی صلاح دینگے۔

بھیشم پتامہ[1]۔ ہاں! ہاں! میں اس بات سے ہرگز گریز نہیں کرتا۔ تم کو مشورہ دینے کیلئے تیار ہوں! کہئے کیا چاہتے ہو؟

یودھشٹر۔ (ہاتھ جوڑ کر) ایسے وسائل فرمائیے۔ جن سے ہم ظفریاب ہوں

بھیشم پتامہ۔ میری موجودگی میں تمہارا کامیاب ہونا ذرا مشکل امر ہے اس لئے میری رائے میں جب تک تم اپنی پوری طاقت اور دلاوری سے میرے مارنے

[1] بعض نکتہ چین اصحاب شاید اعتراض کریں کہ بھیشم پتامہ کا پانڈوں کو ایسے وقت میں مشورہ دینا جنگ اور مصلحت کے اصول کے خلاف تھا۔ کیونکہ وہ کوروں کا طرفدار تھا۔ اور ان کے حریف کو اس کا ظفرمندی نسبت مشورہ دینا دغا اور فریب پر مبنی ہے۔ لیکن یہ بات نہیں ہے کیونکہ بھیشم نے کوئی بھی پوشیدہ راز کوروں کا ان پر ظاہر نہیں کیا اور نہ ہی کوئی ان کی کمزوری بتائی ہے چونکہ وہ راستگو اور راستی پسند تھا۔ اس لئے اُس نے صاف لفظوں میں یدھشٹر سے کہہ دیا۔ اور اپنے وعدہ کو وفا کیا۔ جو اُس نے ان سے کیا ہوا تھا۔

کی کوشش نہ کروگے۔ تب تک فتحمند ہونا محال بلکہ ناممکن ہے۔ ہاں میرے بعد تمہارا کامیاب ہونا کچھ مشکل نہیں! ٭

آہ! بھیشم پتامہ کی گفتگو سن کر یودھشٹر اور ارجن سرنگوں ہو گئے۔ مگر سری کرشن نے کہا بے شک بھیشم پتامہ نے جو کچھ کہا درست ہے۔ اگر کوئی ذریعہ تمہارے کامیاب ہونے کا ہے تو یہی ہے ٭

روز دہم

ناظرین! اگرچہ نو روز سے برابر میدان جنگ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ لڑائی کے ہر ایک پہلو کو بخوبی دیکھا۔ لیکن آج کے میدان کا رنگ کچھ نرالا ہی دکھائی دیتا ہے۔ غیر معمولی لڑائی ہونے کے آثار نظر آتے ہیں۔ دیکھیے پانڈوی سپاہ آج کیطرح آراستہ ہو کر صف بہ صف ترتیب وار کھڑی ہے۔ سب سے آگے بہادر ارجن اور سکھنڈی کا نشان لہرا رہا ہے۔ ان کی دائیں طرف بھیم اور ابھمن ایک جرار دستہ سپاہ کا لئے کھڑے ہیں۔ اور بائیں طرف راجہ براٹ اور درپد جنگجو دلاوروں کے حوصلے دو بالا کرتے ہوئے اپنی اپنی سپاہ کی کمان کر رہے ہیں۔ اور ان کے عقب میں ایک طرف تو دھشٹدیومن اپنی سپاہ کو ترغیب کارزار دے رہا ہے۔ دوسری طرف راجہ یدھشٹر۔ نکل۔ اور سہدیو بیشمار لشکر لئے اپنی جنگی طاقت دکھا رہے ہیں۔ غرضیکہ اسوقت ایک عجیب نظارہ پیش نظر ہے۔ کورکھشیتر کے میدان میں جس طرف جس فریق پر نگاہ کریں۔ ایک سے ایک بڑھ کر نظر آتا ہے۔ ؎

جاں بکف تیار ہیں ہر دو طرف سے اہلِ سیف
دیکھنا دم بھر میں اب دریائے خوں لہرائیگا

آہ! جونہی طبل جنگ بجا۔ اور لڑائی کے سنکھوں کی صدائیں بلند ہوئیں۔ جانبین کے دلاور نعرے مارتے ہوئے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور خونخوار لڑائی چھڑ گئی۔ ؎

کسی کی تیغ چمکی ہمدم برق ✤ غریق خوں تھا کوئی پا سے تا فرق
کسی پر گرز چمکایا کسی نے ✤ دکھایا تیغ کا سایہ کسی نے
کہیں خنجر برنگ برق چمکا ✤ تبر خونِ عدد میں غرق چمکا
کہیں تیری پہ شمشیر دو سر تھی ✤ سناں خونِ تنِ اعداد میں تر تھی

بھیشم پتامہ شیر کیطرح گرجتا ہوا پانڈوی سپاہ پر حملہ آور ہوا۔ اُدھر سے ارجن دلیرانہ نعرہ مار کر سپاہ لے آگے بڑھا۔ اور دونوں کا مقابلہ ہو گیا۔ چابکدست اشوتھاماں ایک جرار دستہ سپاہ لیکر بیچ میں جا پڑا۔ اور ارجن کو اپنی طرف متوجہ کر کے فن سپاہگری کے جوہر دکھانے لگا۔ اُدھر بھیشم پتامہ نے اس موقعہ کو غنیمت جان کر اور جان شیریں سے ہاتھ دھو کر پانڈوی سپاہ پر ایسا پُرجوش حملہ کیا۔ کہ کسی کی تاب نہ پڑی۔ جو اس کی کمان جانستان کا مقابلہ کر سکے! اُف! ایک آن کی آن میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ ہزاروں بہادر مجروح ہو کر میدان میں کھیت رہے۔ مگر اس دلاور کا جوش کم نہ ہوا۔ اور نہ ہی اس کے پھرتیلے ہاتھوں میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی بلکہ غیر معمولی بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے بڑی سرگرمی سے حریف کو پسپا کرتے نظر آنے لگے۔ اگرچہ دھشٹدیومن بھیم وغیرہ نے جان توڑ مقابلہ کیا۔ بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر کب ممکن تھا۔ کہ اس بہادر کا قدم پیچھے ہٹے۔ دیکھئے کس طرح صفیں کی صفیں چیرتا پرے کے پرے صاف کرتا آگے بڑھ رہا ہے۔ آہ! اس کا خدنگ کیا نہنگ بحر وغا ہے۔ اس کا وار حکم قضا کیطرح خالی نہیں جاتا۔

ناظرین! پانڈوی دلاوروں میں کوئی بھی اس کی جرأت کے سیلاب کو روک نہ سکا۔ اور نہ ہی کسی کا حوصلہ پڑا۔ جو کچھ دیر تک جم کر لڑ سکے۔ قریب تھا کہ تمام سپاہ اس بہادر کے ہاتھ سے غارت ہو کر میدان حریف سے خالی نظر آئے۔ کہ ناگاہ بہادر ارجن کی نگاہ اس طرف جا پڑی۔ فوراً تیر کیطرح شکھنڈی کے ہمراہ للکارتا ہوا پہنچا۔ اس کو دیکھ دوست خوش اور دشمن حیران رہ گئے آہ! اپنی سپاہ کو غارت و بدحواس دیکھکر ارجن کے بدن میں سناٹا سا نکل گیا جوش جرأت سے آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ غضبناک ہو کر سپاہ کو مخاطب کر کے

کہنے لگا! راجپوت ہوکر یہ بزدلی اور ایسی کم ہمتی! کہ دشمن پرے کے پرے
صاف کردے - اور تمہارے زور بازو کچھ جوہر ہی نہ دکھائیں - بہادرو! تمہارے
ہاتھ کیوں سست پڑ گئے - طاقتور جسموں میں ضعف کیوں چھا گیا - کشتری
زمین پر نہیں رہے؟ تمہاری اسوقت کی کمزوری دُنیا کے سینہ میں ہمیشہ یادگار
رہیگی! موت سے ڈرنا دلاوران جنگ کو زیبا نہیں! دشمن کی بساط ہی کیا ہے
ہاں ہمت اور دلاوری شرط ہے -

ناظرین! ارجن ابھی اس طرح کہہ ہی رہا تھا کہ سپاہ نے یکبارگی حریف
پر حملہ کیا - ارجن بھی موج دریا کی طرح ساتھ ہل گیا - اور کوروی سپاہ پر ٹوٹ
پڑا - پسپا شدہ سپاہ کے حوصلے دو بالا ہوگئے - ع

دیروز روز حشر ہے گیا ہو چلا عالم تباہ ÷ شور مارو مار ہی چاروں طرف ہے ہو رہا

آہ! اسوقت ارجن نے وہ وہ جوہر تیر اندازی کے دکھائے - کہ دشمن
حیران رہ گئے - ع فلک گفت احسن ملک گفت زہ ÷

تنہا کوروی سپاہ کو زیر و زبر کر دیا - مگر بھیشم پتامہ کے جمے ہوئے پاؤں
جنبش نہ کھا سکے - اور اس بہادر نے بھی خوب ہی داد مردانگی دی - اور ثابت
کر دکھایا - کہ آریہ ورت میں ایسے ایسے دلاور موجود ہیں - جو روئے زمین پر
اپنی نظیر نہیں رکھتے ÷

ناظرین! آپ مبالغہ خیال نہ کریں - بھیشم درحقیقت ایسا ہی تھا - اور اس کا
ایسا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں - وہ بال برہمچاری - جتندری - راستگو تھا -
ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟ دیکھ لیجئے! اکیلا کیسے اڑا کھڑا ہے - اور حریف کو
دندان شکن جواب دے رہا ہے - ایں! اس کا چلتا ہوا ہاتھ رک کیوں گیا!
کمان ڈھیلی کیوں پڑ گئی - کیا اس کے بازو سست پڑ گئے - یا ارجن کا رعب
غالب آیا؟ نہیں! ہرگز نہیں! نہ تو کمان ٹوٹی ہے نہ ارجن کا رعب چھایا ہے
بھلا ہاتھ سست پڑیں! یہ کون مانے - بات ہی اور ہے وہ دیکھئے سامنے
سکھنڈی[۱] کھڑا ہے جس کے تیر لگاتار آرہے ہیں - اور یہ اس پر وار کرنا اپنے

[۱] اگرچہ مہابھارت کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ سکھنڈی پہلے عورت تھا - لیکن (باقی دیکھو صفحہ ۱۱۱)

اصُول کے خلاف جان کر اُس کے تیروں سے اپنے جسم کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی کمان سے سپر کا کام لے رہا ہے اور زیادہ تر لطف یہ ہے۔ کہ پیچھے ہٹنا نہیں چاہتا اور ہٹے بھی کیونکر۔ میدان جنگ میں سکھنڈی جیسے شخص کو پیٹھ دکھانا کشتری کا دھرم نہیں! آہ! جونہی ایک تیر بہادر کے پہلو کا خون چاٹتا ہوُا پار نکلا۔ اور دوسرے نے اُس کمان کو جو اسوقت سپر کا کام دے رہی تھی۔ دو ٹکڑے کر کے ہاتھ سے گرا دیا۔ تو بھیشم نے دوساسن سے کہا۔ یہ تیر جواب پے درپے آنے لگے ہیں۔ سکھنڈی کے ہرگز معلوم نہیں ہوتے۔ اس میں یہ طاقت ہی نہیں۔ جو میری کمان کو توڑے۔ اس کے تیروں میں یہ قوت ہی کہاں ہے۔ جو میرے بدن پر مؤثر ہوں۔ بغیر ارجن کے اور کوئی یہ شہزوری دکھا نہیں سکتا اور بیشک وہی ہوگا۔ یہ کہا اور دوسری کمان ہاتھ میں لے کر بھیشم چاہتا ہی تھا۔ کہ ارجن جو کہ سکھنڈی کے عقب میں کھڑا ہے اپنے تیر کا نشانہ بنائے۔ مگر اس اثناء میں اس قدر تیر برسے کہ تمام بدن چھلنی ہوگیا۔ بدن میں جا بجا تیر لٹکتے ہوئے نظر آنے لگے۔ اور فولادی جسم سے خون کے فوارے اُچھل پڑے آخر کہاں تک انسان کی بساط ہی کیا ہے۔ ایک تیر چھاتی میں لگا۔ اور دلاور بے بس ہو کر رتھ سے نیچے گر پڑا ❊

آہ! اس کو گرتے دیکھ کر کوروی سپاہ میں غضب کا کہرام مچ گیا۔ اور یہ خبر سنتے ہی دریودھن اور درونا چارج ہائے ہائے کر اُٹھے۔ اور لڑائی بند کر دینے کے نشان کھڑے ہوگئے دلاور تیر کی طرح بھیشم کے پاس پہنچے۔ اور

(بقیہ صفحہ ۱۱۵) ہمیں اسباب کے ماننے میں تامل ہے کیونکہ واقعات ہم کو تسلی بخش جواب نہیں دیتے۔ مثلاً اس کی پیدائش کیوقت لڑکا ظاہر کر کے انتہا درجہ کی خوشی ظاہر کرنا۔ سکھنڈی نام رکھنا۔ فن سپاہگری سیکھنے کیلئے درونہ چارج کے پاس بھیجنا خود راجہ درُوپد کا اس کی شادی کی فکر کرنا وغیرہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص پہلے نامرد تھا اسی لئے بھیشم پتامہ نے اس پر وار کرنا نہیں چاہا کیونکہ اس کے اصُول تھے کہ مفصلہ ذیل اشخاص پر وار کرنا ایک راجپوت کا دھرم نہیں۔ اوّل نامرد پر دوئم جو سامنے سے بھاگ جائے۔ سوئم۔ جو ہتھیار کھول کر رکھدے۔ چہارم۔ عورت پر۔ دیکھو مہا بھارت پرب ۵ و ۶)

(متعلقہ صفحہ ۱۱۷)

دیکھا۔ کہ بہادر جنرل کے فولادی جسم سے خون کے فوارے چل رہے ہیں۔ اور مضبوط بدن میں تیر ترازو ہو رہے ہیں اور اس کا بجائے ریشمی اور نرم گدیلوں کے تیروں کا پلنگ بچھا ہے۔ آہ! کسی نے سچ کہا ہے۔ سے

یک ساعت یک لحظہ یک دم * دگرگوں میشود احوال عالم

ناظرین! یہ وہی دلاوری کا نمونہ اور بہادری کا مخزن تجربہ کار جنرل بھیشم پتامہ ہے۔ جس کی شجاعت اور بہادری کو دیکھ کر عالم حیران تھا۔ اسوقت جبکہ آفتاب اپنی چوتھی منزل کا کچھ حصہ طے کر چکا ہے خون سے تر تیروں کا پلنگ بچھائے پڑا ہے۔ اور تمام نامی سردار آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے اس کے بہادر جسم سے کھبے ہوئے تیر نکال رہے ہیں۔ اگرچہ تمام بدن چھلنی ہو رہا ہے۔ خون جاری ہے۔ لیکن واہ رے استقلال! اُف تک نہیں کرتا۔ بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ خاموش پڑا ہے۔ آنکھیں بند ہیں۔ ہاں سر کسی قدر ناہموار زمین ہونے کے باعث لٹک رہا ہے جس سے گردن کی نسیں کچھ تنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اور جس کیواسطے تکیہ کی ضرورت محسوس کر کے دوساسن جا رہا ہے *

ناظرین! ادھر سے دوساسن تکیہ لیکر واپس آیا۔ اور اُدھر سے ارجن یدھشٹر وغیرہ دشمنی اور مخالفت کو بالائے طاق رکھکر زمانہ حال کے جنگ آوروں کو ایک حیرت انگیز سبق دکھانے کے لئے وہاں پہنچے۔ اور جونہی دریودہن نے زخمی جنرل کا سر اُٹھا کر تکیہ رکھنا چاہا۔ دلاور نے آنکھیں کھولیں۔ اور سامنے ارجن کو دیکھا چشم پُرنم کھڑا ہے (مسکرا کر کہا) بہادر! غمگین نہ ہو۔ افسوس کس بات کا ہے۔ میدان میں زخمی ہوا ہوں دنیا مسافر خانہ ہے۔ سے

یہ بستی میہمانوں سے بسی ہے * سحر کو وقت رخصت بے بسی ہے
کسے چارہ ہے منظور ازل سے * بچا ہے کون آغوش اجل سے

(دریودہن سے مخاطب ہو کر) "میدان کے زخمی کو اس نرم تکئے کی ضرورت نہیں"۔ یہ کہا اور ارجن کی طرف دیکھا۔ دانا ارجن سمجھ گیا۔ فوراً کمان سنبھالی اور تین تیر اس طرح پے درپے مارے۔ کہ باہم ملکر تکئے کا کام دیگئے۔ تھوڑی

دیر بعد بھیشم نے پانی مانگا۔ کوروہی دل اور چاندی سونے کے گلاس بھر کر آگے
بڑھے۔ اور پانی پینے کی استدعا کی۔ مگر اس نے سب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا
اور ارجن کو مخاطب کر کے کہا۔ بہادر! شربت مرگ تو نے تیار کیا۔ اب کیا دیکھ
رہا ہے۔ آب زلال کے بھی (کچھ اشارہ کر کے) دو قطرے ٹپکا۔ میرے خشک
دہن کو تر کر۔ حلق سوکھا جا رہا ہے!

یہ سنتے ہی ارجن اٹھا اور گانڈیو (کمان) ہاتھ میں لے کر ایک نرالی
قسم کا تیر اس میں رکھا۔ اور پورے زور سے کشش دیکر تیر کو رہا کیا جس
کے زمین میں سماتے ہی زمانہ حال کے فلاسفروں کو حیرت میں ڈال دینے والا پانی
کا چشمہ جاری[1] ہو گیا۔ حاضرین دنگ رہ گئے۔ درونا چارج وغیرہ کے منہ سے بے
اختیار شاباش اور آفرین کا کلمہ نکلا۔ اور ارجن نے جلدی سے ایک گلاس پانی

---

[1] اگرچہ موجودہ زمانہ میں ایک تیر کے مارنے سے پانی کے چشمے کا جاری ہونا نہایت ہی
حیرت ناک واقعہ ہے۔ اور شاعرانہ مبالغہ کا خیال غالب آتا ہے۔ لیکن نہیں مبالغہ نہیں
آپ زمانہ کے واقعات دیکھ رہے ہیں اور اس وقت کے حالات مشاہدہ کر رہے
ہیں۔ جس کو آج آرین نیشن کے فخر کا زمانہ کہتے ہیں یا یوں سمجھیے کہ اہل ہند کے
عروج کا وقت۔

پیارے ناظرین! اس زمانہ میں جس کا تعلق ہمارے ناول سے ہے وہ وہ ایجادیں موجود تھیں
جن کا آج تک زمانہ حال کے فلاسفروں کو خواب و خیال ہی نہیں۔ ذرا آج سے گذشتہ پچاس
سال کے زمانہ پر غور کر کے زمانہ حال سے مقابلہ کیجیے اور دیکھیے اس تھوڑے سے عرصہ میں
کیا کیا ایجادیں ظہور پذیر ہوئیں اور ہو رہی ہیں یہ کہاں سے آئیں؟ یہ انہیں بزرگوں کے علم و ہنر کے
ذخیرے ہیں جو اب نمودار ہو رہے ہیں انہی کی طفیل آج ہم ایک سے ایک بڑھ کر عجوبہ دیکھ رہے ہیں
ناظرین! صرف اسی موقعہ پر بہادر ارجن کو یہ کمال دکھانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بلکہ ایک دفعہ پہلے بھی
اس نے اس حیرت انگیز چشمہ سے درونا چارج کو پانی پلایا تھا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ تیر ان عام تیروں
میں سے نہ تھا۔ بلکہ یہ ایک نرالی قسم کا تیر معلوم ہوتا ہے اور اس کا استعمال صرف انہی جگہوں پر
کیا جاتا ہے جہاں سے پانی کے نزدیک ہونیکا خیال ہوتا تھا یا یوں سمجھیے۔ لب دریا۔ چنانچہ پہلے جب
ارجن نے یہ کرتب دکھایا دریائے گنگ کا کنارہ تھا اور اسوقت سرستی کا ہے۔ (بھارت پرب اول)

کا اُس چشمہ سے بھر کر بھیشم پتامہ کے آگے گیا۔ اس کو دیکھتے ہی زخمی جرنل خوش ہو گیا۔
اور کہنے لگا۔ اے فرزند یہ تیرا ہی کام تھا۔ جو ظہور میں آیا۔ بیشک تو ظفریاب ہو گا۔
حریف کو نیچا دکھائیگا۔ راجپوت تیرا نام فخر سے لیں گے۔ آریہ سنتان تیرے نام کی عزت
کریگی۔ (دریودھن کیطرف دیکھکر) بدنصیب تجھ کو سمجھ نہ آئی۔ تو کچھ نہیں سوچتا۔
ان کا (پانڈوں کی طرف اشارہ کر کے) مقابلہ کرنا تیرا یا تیرے کسی ہمراہی کا کام نہیں
اب بھی سنبھل جا صلح کر لے۔ اُن سے بگاڑ اچھا نہیں! پیشتر اس کے ملک تباہ اور
خاندان کا ناش ہو۔ اور کوروں کا صفحۂ ہستی سے نام مٹے ان کا ملک ان کے حوالے
کردے۔ دوستی گانٹھ لے۔ اسی میں تیری بھلائی ہے! دریودھن دیکھ (اس چشمہ
کی طرف اشارہ کر) اس پانی میں کوئی بڑھ کر خاصیت نہیں جس سے کو یا کسی اور کو کچھ
فائدہ پہنچے۔ یہ صرف ارجن کی بہادری اور دلاوری کا نمونہ ہے۔ جس کو مدت سے میں
دکھانا چاہتا تھا۔

دریودھن۔ ان باتوں کا وقت نہیں (دل میں اس کے نزدیک ارجن نے بڑی
بہادری کی جو کرن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔) جراح حاضر ہے۔ حکم دیجئے۔ مرہم
پٹی کی جائے۔

بھیشم پتامہ۔ (سرد سانس لیکر) افسوس اب تک تم میری باتوں پر کچھ توجہ ہی
نہیں کرتے۔ اور یونہی ٹالنا چاہتے ہو! آہا! تقدیر زبردست ہے جس طرح چاہے
ناچ نچائے۔

دوہا

تدبیر سے قسمت کی بُرائی نہیں جاتی ✢ بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

(کچھ خاموش رہنے کے بعد) دریودھن! مجھ کو علاج کی کچھ ضرورت نہیں
اس کو (جراح کیطرف اشارہ کر کے) انعام دیکر رخصت کردو۔ بھلا مرحلہ پر
پہنچکر مجھے جراح کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کشتری دھرم کو پالتا ہوا میدان میں گرا
ہوں۔ اور یہ ہی میری آرزو تھی۔ ہاں اتنا ضرور کرنا۔ ان تیروں کو (ان تیروں کی طرف
اشارہ کر کے جو بدن سے نکلے تھے) میرے ساتھ جلا دینا۔ یہ کہا اور پھر آنکھیں بند
کر کے ایشور کی یاد میں محو ہو گیا۔

ناظرین! اگرچہ دریودھن وغیرہ نے بہتیرا چاہا اور کوشش کی۔ کہ زخمی جرنل

کو فردوگاہ میں لے جائیں لیکن اس نے یہاں سے جنبش کرنا ہی مناسب خیال نہ کیا۔
اور یہی جواب دیا " اے فرزندان گرامی میں تمہارے درمیان ایک پیر فرتوت گم کردہ
ہوش وحواس ہوں۔ جہان کی لذتوں اور دنیا کی آسایشوں سے تمام عمر کنارہ کش رہا
ہوں۔ معلوم نہیں۔ کہ صیاد اجل میرے مرغ روح کو ابھی شکار کرتا ہے۔ یا کوئی دم
کی اور مہلت دیتا ہے۔ تو بتاؤ ایک دو دم کیخاطر اب اسپو تر جنگ بھومی کو چھوڑ کر اور
جگہ جانا چاہیئے۔ نہیں! نہیں!! اسی جگہ پرانوں کا تیاگ کرونگا۔ مجھ کو اس بات کے
لیئے زیادہ تنگ نہ کرو اور جاکر اپنے کام کی فکر کرو۔

باب چہاردہم

بھیشم پتامہ کے اُپدیش

آہ! جس طرح سے کہ موسم بہار کے دن گزر جانے کے بعد گل و گلشن پر
اُداسی چھا جاتی ہے اور مایوسی برستی ہوئی نظر آتی ہے۔ عین یہی حالت کورکشیتر
کے میدان کی ہے جہاں گیارہ اکشوہنی سسپاہ حرب وجنگ سے مسلح نظر آتی تھی
اور کوسوں تک جانبین کے خیمے نصب دکھائی دیتے تھے۔ آج اسوقت جبکہ
آفتاب اپنی منزل کا نصف حصہ ختم کر چکا ہے۔ دور تک کف دست میدان
سنسان ویران دکھائی دے رہا ہے۔ وہ نگاہ جو دس گز کی دوری پر بھی مشکل
پہنچتی تھی۔ اسوقت صحرائی ریگ پر تیرتی ہوئی دور تک نکل جاتی ہے۔ ہاں! اگر
کوئی چیز سد راہ ہوتی ہے تو کچھو کے درخت ہیں۔ جو جابجا نظر آرہے ہیں۔
یا دائیں طرف وہ خیمہ جس میں بھیشم پتامہ پڑا ہے۔ جن کے پاس سری کرشن جی
اور یدھشٹر اس غرض سے آئے تھے۔ کہ اس کی بیش بہا نصیحتوں سے فیضیاب

ہوں۔ مگر وہ یا دحق میں ایسا مستغرق تھا۔ کہ ان کی طرف توجہ ہی نہ دے سکا۔ اور اسی طرح آنکھیں بند کیئے پڑا رہا۔ ہاں! جب سری کرشن جی نے یہ کہا۔ کہ یودہشٹر اسقدر کشت و خون ہونے سے پشیمان ہوکر دن رات اوداس رہتا ہے اس کو کوئی ایسا منوہر اپدیش کیجئے۔ جس سے اس کے بے قرار دل کو قرار حاصل ہو۔ اور فرض سلطانی سے آگاہ ہوکر عدل و انصاف سے زندگی بسر کرے تو اس نے ایک لمحہ بھر کے لیئے آنکھیں کھولیں۔ اور ان کی طرف دیکھا۔ اور پھر اپنے خیال میں اسی طرح محو ہو گیا۔ کل اس طرح مایوس چلے جانے پر آج پھر سری کرشن جی۔ یودھشٹر اور کرپاچارج وغیرہ آئے ہیں۔ جن کو بھیشم پتامہ کہہ رہا ہے۔ میرا آخری وقت اب قریب ہی آنے والا ہے اس لیئے میں نہیں چاہتا۔ کہ بجز ایشور کی یاد کے کسی اور طرف رجوع ہوں؛

سری کرشن جی۔ بھیشم جی! جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے اس میں شک نہیں۔ کہ آپ کا وقت انمول ہے مگر کیا آپ ہم لوگوں کو اپنے بیش قیمت نصائح سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ یا ہم آپ جیسے روشن ضمیر بزرگ کے کلام سننے کے قابل نہیں۔ جو آپ اس طرح پہلو تہی کرتے ہیں! نہیں! نہیں!! بھیشم جی! ایسا نہ کیجئے۔ ہم آپ کے قدیمی نیازمند ہیں۔ خصوصاً آپ کا عزیز یودہشٹر جس کا دل اسوقت بے قرار ہو رہا ہے۔ خاص طور پر آپ کے اپدیش کا محتاج ہے۔ مہاراج! میں امید کرتا ہوں کہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے نکلے گا۔ اس پر یہ لوگ کاربند رہیں گے اور ان کی آئندہ نسلیں اس سے فائدہ اٹھائیں گی۔ اور تمام آریہ ورت فیضیاب ہو گا۔ تو بتلایئے کیا اس کا پھل ایشور کی یاد سے کم ہوگا؟

بھیشم۔ (کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد) اگرچہ میرا ارادہ یہ ہرگز نہ تھا۔ کہ بغیر ایشور کی یاد کے ایک پل بھر بھی کسی اور طرف خیال کروں۔ لیکن تم لوگوں کو جو میرے عزیز ہو مایوس رکھنا بھی میری عادت کے خلاف ہے۔ اس لیئے چند باتیں پرمیشر سے ملتجی ہوکر کہتا ہوں۔ کہ میرے فرزند ان سے فائدہ اٹھائیں (یودھشٹر کو مخاطب کر کے) اے فرزند جو شکوک تیرے دل میں ہوں۔ یا جو امر دریافت طلب ہیں۔ پوچھ۔ میں بیتامل جواب دینے کو تیار ہوں۔ یہ کہا اور

اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور یہ لوگ اُس فرش پر جو خیمے میں بچھا ہوا ہے۔ اس کے سامنے باداب بیٹھ گئے ہیں۔

یودھشٹر (ہاتھ جوڑ کر) مہاراج یہ فرمایئے۔ کہ راجہ کے فرائض کیا ہیں اور اس کو کیا کرنا چاہیئے؟

بھیشم پتامہ۔ اے یودھشٹر! راجہ کو لازم ہے۔ کہ اپنے نفس پر غالب رہے اور ہوا و ہوس کو ترک کر کے رعایا کے زن و فرزند۔ عیال و اطفال کی اسی طرح نگرانی کرے۔ جیسے باردار عورت اپنے شکم کے بچہ کی کرتی ہے ﷺ

(۲) راجہ کا سب سے ضروری اور پہلا فرض یہ ہے۔ کہ اس کی رعایا اپنے اپنے ورن کے مطابق کام کرے۔ یعنے برہمن ودیا پڑھیں اور پڑھاویں۔ صبر و قناعت سے کام لیں۔ بغیر اشد ضرورت کسی سے بھیک نہ مانگیں۔ کشتری ودیا پڑھیں اور فن سپہ گری میں شہرت حاصل کریں۔ ویش زراعت اور تجارت کو ترقی دیں۔ اور شودر ان تینوں ورنوں کی خدمت پر مامور رہیں ﷺ

(۳) راجہ کی مصاحبت میں ایسے شخص ہونے چاہئیں۔ جو راست گو شجاع اور ودوان ہوں۔ یا وہ لوگ جن میں ظاہری باطنی کوئی بھی بدخصلت اور مرض نہ ہو۔ یا وہ لوگ جو نیک کاموں میں رہنمائی کریں۔ رعایا ان کو محبت اور اُلفت کی نگاہ سے دیکھے۔ اور جو رعایا کی بہتری اور ملک کی بہبودی کی تدابیر سوچتے رہیں۔ یودھشٹر! دیکھ۔ راجہ کو چاہیئے۔ کہ ظالم اور لالچی شخص کو اپنی قربت کا سر کبھی نہ دے۔ کیونکہ جو جور و ظلم اس کے ہاتھ سے رعایا پر ہوں گے۔ وہ سب حکمران کے اعمال نامہ پر لکھے جائیں گے۔ اور اُن کے نیک و بد کا وہی جوابدہ ہوگا ﷺ

(۴) تعلقہ داروں اور کارپردازوں کے کارناموں سے راجہ کو ہمیشہ باخبر رہنا چاہیئے۔ اگرچہ اُس کے حضور میں نیک چلن اور دیانت دار کبھی کیوں نہ ہوں لیکن تاہم خفیہ طور پر ان کے حالات کی تفتیش و تجسس کرنا حکمران کا فرض ہے اگر ان کے کارنامے اور چال چلن مطابق احکام ہیں۔ تو بر سر اجلاس ان کی کارگزاریوں کی داد دے کر دوسروں کی حوصلہ افزائی کرے۔ اور اگر ان کے دامن کسی خیانت

سے ملبوث پائے۔ تو واجبی سزا دے۔ تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو ٭

(۵) راجہ کو چاہیئے۔ کہ ہر کس و ناکس سے دل کا راز نہ کہے اور نہ ملک گیری کا مشورہ کرے۔ بلکہ امور سلطنت میں مصاحبان دور اندیش و تجربہ کاروں سے صلاح کرکے ہر ایک مشیر کی بات کو وزن کرے۔ اور جو بات بعد غور و تامل اچھی نظر آئے اسی پر عمل کرے ٭

(۶) راجہ کو چاہیئے۔ ترقی ملک اور آراستگی سپاہ میں ہمیشہ مشغول رہے۔ اور ایسے ایسے وسائل اور تدابیر کو عمل میں لائے جن سے اس کی سپاہ آرام طلب اور کاہل نہ ہو جائے۔ چنانچہ اسی خیال کو مدنظر رکھ کر ملک کے اُس حصہ پر جو دوسری سلطنت سے ملحق ہو چھیڑ چھاڑ جاری رکھے۔ اس چھیڑ چھاڑ میں بہت سے فائدے متصور ہیں۔ ایک تو اپنی سپاہ چست و چالاک رہتی ہے۔ شجاعت اور دلاوری میں ترقی کرتی ہے۔ کیونکہ بعض سپاہی ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو پہلی دفعہ تلوار کے مقابلہ کی برداشت نہیں کر سکتے اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلتے ہیں ایسی چھیڑ چھاڑ میں وہ قوی دل اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اور وقت آنے پر گھبراتے نہیں۔ علاوہ ازیں دوسرے حکمران پر رعب و دبدبہ قائم رہتا ہے۔ اور اس کو سر اُٹھانے کی جرأت پڑتی۔ اور سپاہ کا حوصلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اور وقت آنے پر ذات اُٹھانے کی نوبت نہیں پہنچتی ٭

(۷) یُودھشٹر! فرمانروا کو چاہیئے۔ کہ تا بمقدور بذات خود جنگ میں شامل نہ ہو۔ کیونکہ اس کی غیر حاضری میں اگر اس کی سپاہ کو شکست بھی ہوگی۔ تو اس کا تدارک بڑی آسانی سے ہو سکیگا۔ اور دشمن کے دل میں اس کا رعب قایم رہیگا کہ بذات خود اس شکست کا انتقام لے گا۔ اور اگر بذات خود شکست کھائی ہو تو مخالف کے دل سے خوف اُٹھ جائیگا۔ پھر اگر پیشتر سے وہ چند سپاہ لے کر میدان میں جائے۔ تو بھی اُس کی وہ ہوا نہ بندھے گی ٭

بھیشم جی کی زبان سے یہ راج نیتی کے اُپدیش سن کر نہ جانے یُودھشٹر نے دل میں کیا خیال کیا۔ کہ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور سرد آہ کھ

بڑا ہی بدبخت اور بدنصیب ہوں جس کے سبب آپ سے بدھ پُرش (دھارمک) آدمی اور بزرگ کو اس قدر تکلیف پہنچی۔ کہ اب تک کروٹ ہی نہیں لے سکتے۔ اور لاکھوں جانیں کورکشیتر کے میدان میں تلف ہوگئیں۔ ہائے! میرا نستارہ کیسے ہوگا۔ کاش میں بھی دریودھن کی طرح دنیا سے اُٹھ جاتا اور آپ جیسے قابل تعظیم بزرگ کو اس میں نہ دیکھتا۔ یہ کہا اور زار زار رونا شروع کر دیا۔

بھیشم پتامہ! اے یودھشٹر! آشچریہ (التعجب) ہے کہ تیرے جیسا دھارمک شخص وید اور شاستروں کی مریادا کو جاننے والا اس بات کا دعوے کرے کہ میں نے یہ کیا۔ اور میرے سبب یہ ہوا! کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو کچھ انسان کو پیش آتا ہے۔ وہ اس کے اپنے ہی بھلے اور بُرے کرموں کا نتیجہ ہوتا ہے یودھشٹر! کوئی کسی کو مارنے والا نہیں۔ اور نہ کوئی کسی کو ایذا پہنچا سکتا ہے تقدیر زبردست ہے اس کے آگے تدبیر چل نہیں سکتی۔ انسان بیچ میں صرف ایک بہانہ اور تکلیف کا سبب بن جاتا ہے۔

یودھشٹر۔ مہاراج! پیشتر اس کے کہ میں آپ کو کسی اور امر کے دریافت کرنے کی تکلیف دوں۔ میری اس شنکا (شک) کو دُور کیجئے۔ کہ باوجود اس قدر زخمی ہونے اور دُکھ اُٹھانے کے اب تک آپ کے جسم سے خون بہتا ہوا نظر آتا ہے! کیا کارن (سبب) ہے۔ جو آپ اسی طرح بشاش اور خوش نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ ہم آپ کو پہلے دیکھتے تھے! وہ کونسی شکتی (طاقت) ہے۔ جس نے آپ کے دل میں کوئی تبدیلی ہونے نہیں دی۔ رنج و درد محسوس کرنے سے باز رکھا۔ اور جس سے آپ کے ہوش و حواس قائم رہے چہ جائیکہ وہ لوگ جو اسقدر زخمی بھی نہ ہوئے تھے نہایت رنج و الم اُٹھاتے اور دنیا کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے چل بسے؟

بھیشم پتامہ (مُسکرا کر) یودھشٹر! میری اس حالت کو دیکھ کر تم حیران کیوں ہو گئے۔ تمہارے دل میں اس قسم کے شکوک پیدا کیوں ہوئے۔ کیا تم نے ست شاستروں کو نہیں بچارا۔ ویدک دھرم پر غور نہیں کیا۔ یا تم کشتری دھرم کے اصول نہیں جانتے؟ یہ اسی متبرک ویدوکت زندگی کا نتیجہ ہے۔

کشتری دھرم کے اُن اعلےٰ اصُول کے پیرو کار ہونے کا پھل ہے کہ مجھ کو دنیا کا کوئی رنج و غم نہیں ستاتا۔ اور نہ مجھے ان زخموں کی تکلیف محسوس ہوتی ہے ؛

یودھشٹر ۔ مہاراج! دھارمک شخص کون ہے دھرم کس کو کہتے ہیں۔ اور کشتری (راجپوت) کے اعلےٰ اصُول کیا ہیں ؟

بھیشم ۔ ویدوں اور ست شاستروں کے اصُول پر چلنے کا نام دھرم ہے۔ اور دھارمک کہلانے کا وہی شخص مستحق ہے۔ جو راستی کو نہ چھوڑے۔ اور ایشور کو حاضر و ناظر جانکر گناہوں سے بچنا۔ نت نیم کا پابند رہنا۔ مثلاً سچ بولنا حق شناسی۔ غریبوں اور زیردستوں کا نہ ستانا۔ کسی کی پس غیبت نہ کرنا۔ بُرے کاموں سے بچنا۔ رنج و راحت کو مساوی سمجھنا۔ اور کسی سے حسد و بغض دل میں نہ رکھنا۔ جیسے برہمن کا دھرم ودیا پڑھنا اور ودیا کا دان کرکے تینوں ورنوں کو ست شاستروں اور ویدوکت زندگی کا اُپدیش کرنا۔ ویش کا بنج بیوپار اور زراعت کو ترقی دینا اور شودروں کو تینوں ورنوں کی سیوا کرنا ہے اسی طرح کشتری کا دھرم ہے۔ کہ ودیا پڑھنے اور تینوں ورنوں کی تن من دھن سے رکھشا کرے۔ اور جس کسی کو دھرم کے خلاف دیکھے ڈنڈ دستر) دے۔ خواہ وہ کیسا ہی رشتہ دار اور عزیز کیوں نہ ہو۔ اور زبان کے پاس کو مقدم سمجھے۔ میدان جنگ میں آکر اپنا اڑ کا بھی مقابلہ پر ہو۔ تو بغیر رو رعایت کے داد مردانگی دے۔ مرجائے کٹ جائے حریف کو پیٹھ نہ دکھائے۔ اے یودھشٹر! جو شخص اپنے درن کے انکول چلتا ہے۔ وہی سو برس کی آیو یعنی سو برس کی طبعی عمر کو بھوگتا ہے ؛

یودھشٹر ! آپ کے اس فرمان سے کہ انسان کی طبعی عمر سو سال کی ہے میرے دل میں ایک اور ہی خیال پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ میں نے اکثر دیکھا کہ بعض آدمی سو برس سے زیادہ عمر کو بھوگتے ہیں۔ کئی ایک تھوڑی اور بعض پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہیں۔ اس کا کارن کیا ہے ؟ اور یہ بھی فرمائیے کہ انسان اوصاف حمیدہ کیونکر حاصل کر سکتا ہے ؛

بھیشم پتامہ! ترقی عمر اور اوصاف حمیدہ کا حاصل کرنا سب سے بڑا سبب اور وسیلہ ست سنگ اور دل کی شدھی کا باعث ہے۔ جو شخص کسی کا زیان نہ کرے اور ایذا نہ پہنچائے دوسرے کے جاہ و حشمت کو دیکھکر حسد نہ کرے دکھ۔ سکھ جو پیش آئے۔ اُس کو اپنے اعمال کا نتیجہ سمجھ کر ہر حال میں خوش ہے اور راتو گامی زندگی بسر کرے وہی عمر طبعی کو پہنچتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ اور جو برعکس اس کے زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی عمر بالضرور کوتاہ ہوتی ہے اور دنیا میں یس اور کیرتی کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اور جو پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہیں۔ یو دھشٹر! ایسے وہ جیو ہیں جنہوں نے اپنے پورب (پچھلے) جنم میں منش دھرم نہیں پالا۔ ماتا پتا کا ستکار نہ کرکے ان کو ہانی (نقصان) پہنچانے کے درپے رہے ہیں۔ اور پرمیشور سے بے مکھ ہوکر مہاں پاپ کرتے ہوئے جیون و تیت کیا (زندگی بسر کی ہے) ہے۔ ایسے جیو اگھور نرک میں کچھ کال کے لئے رہتے ہیں۔ اور وہ نرک استھان (نرک کنڈ) ماتا کا گربھ ہے جس میں ایسا جیو کئی پرکار کے دکھ اٹھاتا ہوا اپنے گناہوں کی تلافی چاہتا ہے۔ اور اسی چنتا میں رہتا ہے۔ کہ کب وہ وقت آئے۔ کہ میں اس نرک کنڈ سے نجات پاؤں۔ مگر اے یودھشٹر! یہ کرم ایسے بلوان ہیں کہ جہاں یہ پیدا ہوا۔ انہوں نے پھر اس کو پکڑ کر دوسرے نرک کنڈ میں ڈال دیا۔ اور یہ سلسلہ اسوقت تک جاری رہتا ہے۔ جب تک اس کے کرموں کی میعاد ختم نہیں ہوتی۔

یودھشٹر! اس سنسار میں سب سے زیادہ پوتر تیرتھ کونسا ہے جس میں اشنان کرکے منش اپنا جیون سدھار سکتا ہے۔

بھیشم پتامہ! اے یودھشٹر منش کا دل ایسا تیرتھ ہے جس کی برابری کوئی اور تیرتھ نہیں کرسکتا اور اس تیرتھ کا جل اس کی راستی اور دل کی صفائی ہے۔ صبر و تحمل اس کا عمق ہے ایسے متبرک تیرتھ میں جو اشنان کرتا ہے شدھ موکش کو پاتا ہے۔ اور یہ کامل تیرتھ اس منش کا دل بن سکتا ہے جس کے معاشرت ... اچھے ہوں دنیا کی محبت میں مستغرق نہ ہو متکبر نہ ہو

متوکل ہو جو مل جائے اسی پر قناعت کرے۔ کام کرودھ کی اگن سے دگدھ نہ ہو۔ حق اور ناحق کی تمیز کرے۔ اور ہمیشہ ایشور کی یاد میں مصروف رہے اے یودھشٹر! جس شخص میں یہ اوصاف ہوں۔ اس کے لئے اس کا اپنا دل ہی تیرتھ ہے کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔

یودھشٹر! روزی اور دولت قسمت سے ملتی ہے۔ یا سعی اور تردد سے اگر سعی اور تردد سے ملتی ہے۔ تو پھر کیا سبب ہے کہ کئی آدمی باوجود تلاش بسیار اور تردد بے شمار کے دولت سے محروم رہتے ہیں۔ اور انہیں پیٹ بھر کھانا بھی میسر نہیں ہوتا اور بعض ایسے بھی ہیں۔ جن کو بغیر کسی محنت و مشقت کے دولت کیا بلکہ سلطنت مل جاتی ہے۔ اگر دولت دنیا علم و ہنر پر منحصر ہے تو کیا باعث ہے کہ بہت سے اور ہنرمند جاہلوں اور بے ہنروں کے دروازوں بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ ان کی قسمت یا تقدیر۔ تو بھی سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ بغیر سعی اور تردد کے کوئی چیز میسر نہیں ہوتی۔ مہاراج! ان حیرت انگیز باتوں کو دیکھ کر میرا دل عجب کشمکش میں پڑا ہے۔ اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کرپا کر کے میری اس شنکائیں کو دور کیجئے +

بھیشم پتامہ۔ جس کا یہ خیال ہے۔ کہ تدبیر کوئی چیز نہیں سعی اور کوشش کرنا بے فائدہ ہے۔ یودھشٹر وہ غلطی پر ہے کیونکہ یہ ناممکن بات ہے۔ کہ بغیر ہل جوتنے بونے اور تخم افشانی کے کوئی کھلیان (خرمن) لگائے ہاں اگرچہ ایسے بھی لوگ اس دنیا میں نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے بغیر محنت اور مشقت کے دولت حاصل کر لی ہو۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ انجام کار اس کا سبب بھی تدبیر اور محنت ہی ثابت ہوگا۔ جو کسی پہلے جنم میں اس نے کی ہے۔ تدبیر و سعی اور تلاش صرف انسان ہی کا خاصہ نہیں۔ بلکہ تمام چرند پرند اس کے قائل ہیں۔ جو صبح سے اٹھتے ہی روزی کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔ اور شام تک اسی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔ یہ کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ کہ کسی جانور کو آشیانہ میں بیٹھے بٹھائے کھانا مل گیا ہو۔ یا بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے کے انسان کے منہ میں لقمہ چلا گیا ہو۔ تدبیر اور تقدیر دونوں مل کر کام کرتے ہیں۔ جس کی تقدیر [illegible] زیادہ

فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور برعکس اس کے کم اس لیئے انسان کے لیئے دونوں کا ماننا لازم اور ملزوم ہے ؛

یودھشٹر۔ پروہت کسکو کہتے ہیں۔ اور کونسا برہمن اس پدوی کا مستحق ہے ؟

بھیشم پتامہ ! پروہت کے معنے ہیں۔ یجمان کے۔ پریوار کو ہت کرنے والا بس پروہت اس برہمن کو بنانا چاہیئے۔ جو ودوان اور شیل سبھاؤ ہو۔ اور جو نیک و بد کی پوری پوری تمیز کر سکے۔ اور یجمان کو وقتاً فوقتاً دھرم اپدیش کرنا اپنا فرض سمجھے ؛

یودھشٹر۔ مہاراج ! منش کی سچی خوشی کے وسائل کیا ہیں ؟

بھیشم پتامہ۔ اے یودھشٹر ! اس سنسار میں وہی شخص خوش و خرم رہ سکتا ہے۔ جو خواہشات نفسانی پر غالب رہے۔ دنیا کی ہستی کو پہچانے اور اس بات پر غور کرے کہ زندگی بسر کرے کہ میں کیا ہوں اور میرا آخر کیا ہوگا۔ جو کچھ ملے۔ یا میسر ہو۔ صبر و شکر کے دامن میں لے اُسی پر قناعت کرکے دوسری چیز کی حرص نہ کرے کسی کی جاہ و حشمت کو دیکھ کر حسد اور بغض کو دل میں جگہ نہ دے یہی وسایل ہیں۔ جن سے انسان ہمیشہ خوش رہ سکتا ہے۔ مگر اے یودھشٹر ! خواہشات نفسانی پر غالب آنا ہر ایک منش کا کام نہیں یہ وہ ہیں۔ جن کو نہ تو کوئی ہتھیار ہی کاٹ سکتا ہے اور نہ کسی کا خوف اور دبدبہ ان کو روک سکتا ہے ہاں ایک چیز ہے۔ جس کے آگے اُن کی کچھ ہستی نہیں۔ یا جس کی موجودگی میں یہ نربل اور کمزور ہو کر بے بس ہو جاتی ہے۔ وہ معرفت کا گیان ہے جس کے حاصل کرنے کے لیئے ست سنگ اور ست دھرم کی پستکوں کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

یودھشٹر ! کیا لالچی پرش دنیا میں آنند پوربک زندگی بسر کر سکتا ہے ؟

بھیشم پتامہ ! یہ ناممکن بات ہے۔ لالچی کو کبھی آرام نہیں مل سکتا۔ اس کا دل ہر وقت اِدھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہے۔ یودھشٹر ! اگرچہ سب بے جا خواہشیں بُری ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ انسان کو ان سے سیری ہو جائے۔ لیکن لالچی سے اس بات کی ہرگز توقع نہیں۔ جس کے دل میں اس نامراد مرض کا دخل ہوا۔ آخیر دم تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اندھم سے زندگی بسر کرنا تو درکنار پیٹ بھر کر کھانا بھی

اچھی طرح نصیب نہ ہوا۔ اسی کی بدولت انسان چوری۔ دغا۔ فریب اور جھوٹ کا عادی بن جاتا ہے۔ بے شرمی بے غیرتی اور بے عزتی کا جامہ پہن کر بھلے لوگوں کی سنگت سے محروم رہتا ہے۔ تردد۔ فکر۔ بے رحمی۔ تحمل اور بہت سے عیوب اس کے ہمدم و رفیق ہو جاتے ہیں۔ جن سے نش کا لوک پرلوک خراب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اے یودھشٹر داناؤں نے اس کو سب گناہوں کی جڑ اور بنیاد قرار دیا ہے

باب پانزدہم ۔ دائمی جدائی

ناظرین! جب اس طرح اپدیش کرتے ہوئے بھیشم پتامہ کو کچھ روز گذرے تو ایک روز جب کہ پانڈو۔ راجہ دہرت راشٹر۔ رانی گاندھاری کنتی۔ بیاس دیو کرشن جی۔ اور بہت سے ودوان پنڈت یوگ ابھیاسی سادھو جن کو بھیشم پتامہ جی نے اپنی آخری ملاقات کے لئے خود طلب کیا تھا۔ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو مہاراجہ دہرت راشٹر کو مخاطب کر کے بھیشم جی نے کہا۔ اے دہرت راشٹر! جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اس میں کسی کا قصور نہیں۔ تیرے فرزندوں کی قسمت میں اسی طرح لکھا تھا۔ اب تجھ کو مناسب یہی ہے۔ کہ کسی امر کو دل میں نہ لا کر پانڈو کے سر پر جو تیرے نیکوکار سعادت مند بھتیجے ہیں۔ دست شفقت رکھے۔ اور ہر حال میں نگراں رہے۔ یودھشٹر کا ہاتھ پکڑ کر) اے دھرم پیر یودھشٹر میں امید کرتا ہوں۔ کہ تم بھی راستی سے تجاوز نہ کر کے فرض سلطانی کو عدل سے ادا کرو گے اور حقوق فرزندی کے بجا لانے میں دہرت راشٹر اور رانی گندھاری کو کسی بات کی شکایت کرنے کا موقع نہ دو گے۔ اس کے بعد ہر ایک کی دلجوئی کر کے یہ کہتا ہوا کہ اب وہ وقت[1] قریب آگیا ہے۔ کہ میں آپ لوگوں سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوں۔ جنرل بھیشم سمادھی لگا کر بیٹھ گیا۔ اور یوگ ابھیاس کے ذریعے من کو روک کر پرماتما کے دھیان میں محو ہو گیا۔

ناظرین! اسوقت عجیب نظارہ پیش نظر ہے۔ بہادر بھیشم پتامہ نے

---

[1] سورج اترائن میں آگیا تھا۔ جب بھیشم پتامہ زخمی ہوا تھا۔ تو اس نے کہا تھا۔ کہ اب سورج دکشائن میں ہے جب اترائن میں آئیگا۔ تو میں پران تیاگ کرونگا گویا یہ ۵ روز تک میدان جنگ میں زخمی و مجروح پڑا رہا تھا۔

دائیں پاؤں کو بائیں زانوں پر بایاں پاؤں دائیں زانوں کے نیچے دبا کر دونوں
گھٹنوں پر ہاتھ کچھ اس طریق سے رکھے ہیں۔ کہ تمام انگلیاں خم کھا رہی ہیں
اور یہ شیر مرد چھاتی تانے بیٹھا ہے اور اس کے ارد گرد تمام لوگ حیرت زدہ
ہو کر اس کے چہرے پر نظر ڈال رہے ہیں۔

ہا! دیکھتے دیکھتے جب اس بہادر کے اعضا سست پڑنے لگے۔
دانا سمجھ گئے۔ کہ اس کی روح ان اعضا سے تعلق چھوڑے جا رہی ہے۔
چونکہ اس نے یوگ کی طاقت سے ہر ایک اندری کو قابو کر رکھا تھا۔
اس لئے مجبوراً روح کو دسویں دوار (تالو) سے جس کے ذریعے پرانوں
کا تیاگنا نہایت متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ نکلنا پڑا۔ چنانچہ تالو پھٹا اور تڑاخ
کی سی آواز آتے ہی بہادر کی گردن خم کھا گئی۔ اور بوڑھا جرنیل ہمیشہ کے
لئے ہم سے جدا ہو گیا۔

دُنیا کی ہستی

روتی ہے شبنم کہ نیرنگ جہاں کچھ بھی نہیں ∗ خندہ زن ہے گل کہ رنگ گلستاں کچھ بھی نہیں
جنکی نوبت کی صدا سے گونجتا تھا آسماں ∗ دم بخود ہیں مقبروں میں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں
جوڑ سارے توڑ ڈالے باندھ کر بند کفن ∗ گور کی بغلی کے آگے پہلواں کچھ بھی نہیں
گور کے منہ کا نوالہ ہو گیا بہرام گور ∗ تیر آہن جب نکلا کماں کچھ بھی نہیں
ہاتھ ملتی ہے حنا روتی ہے چشم سرمگیں ∗ حیف رنگ حسینان جہاں کچھ بھی نہیں
رفعت ایوان سرخ و طلعت کاخ سفید ∗ قبر میں جو نہ ہوئے جب آنجہاں کچھ بھی نہیں
خاک پر لوٹا پڑا ہے کاسہ سر ہائے ہائے ∗ دور میں اے جم تیرا جام جہاں کچھ بھی نہیں
خار کھاتے ہیں عنادل تنکے چنتے ہیں طیور ∗ پھینکدے دامن سی گل آشیانیاں کچھ بھی نہیں
تخت والوں کا پتہ دیتے ہیں تختے گور کے ∗ کھوج ملتا ہی نہیں تک لب ازاں کچھ بھی نہیں
آئینہ کو دیکھ کر شستہ رسول اللہ غنی ∗ غیر حیرانی سکندر کا نشاں کچھ بھی نہیں

ادہم ششم

اگر آپ اپنے واجب التعظیم بزرگوں

اور بھارت ورش کے نام آوروں کی بہترین اور مقدس تصاویر سے اپنے گھروں اور کمروں کو آراستہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم سے حسب ذیل تصاویر میں سے جس قدر مطلوب ہوں۔ طلب کریں۔ یہ تصاویر خاص تلاش اور زر کثیر خرچ کر کے تیار کی گئی ہیں۔ سائز ۱۸×۲۲

مفصلہ ذیل تصاویر اسوقت تیار ہیں اور بہت سی زیر طبع ہیں

بھیشم پتامہ۔ بھیم سین۔ رانا پرتاپ۔ پرتھی راج۔ ارجن۔ سری کرشن۔ درونا چارج۔ بیر کا سوئمبر۔ سیوا جی۔ گوگا چوہان۔ ارجن۔ یدھشٹر۔ رامچندر جی کا راج تلک۔ رامچندر جی کا بن باس۔ نل۔ سہدیو۔ جیمل راٹھور۔ ہنومان۔ بکرم آدتیہ۔ بدھ۔ درگا داس راٹھور۔ نظارہ جنگ ہلدی گھاٹ۔ گورو نانک۔ مہاتما ودر جی۔ مہاراجہ درلیودھن۔ دسترتھ کا دربار۔ سیوا جی افضل خان۔ رامچندر جی کی تعلیم جنگی نظارہ۔ جارج پنجم۔ ایڈورڈ ہفتم۔ شو درشن چکر سری کرشن جی۔ شنکر اچارج۔ لنکا پتی راون۔ ہری سنگھ نلوہ۔ بیاس جی۔ کرن کیکئی منتھرا داسی۔ پانچوں پانڈو اور سری کرشن وغیرہ

قیمت فی تصویر سادہ ۱۰/۔ رنگین رولدار نقشہ نما ۱۲/

تاریخی تصاویر } اکبر۔ اورنگ زیب۔ شاہجہان۔ شیخ ابوالفضل۔ فیضی۔ امیر تیمور۔ راجہ ٹوڈر مل۔ وغیرہ وغیرہ قیمت تصویر سادہ (۱/) رولدار نقشہ نما (۵/)

المشتہر

ٹھاکر سکھرام داس چوہان۔ مالک "راجپوت گزٹ" لاہور

شریمان ہنومان جی کا جیون چرتر لٹرناول

زمان قدیم کے سچے تواریخی واقعات مہاراجہ رامچندر جی کے بہادر سپہ سالار ہنومان جی کا جسکو اب
تک عوام بندر خیال کرتے ہیں حسب و نسب اور جائے سکونت وغیرہ وغیرہ رامائن و دیگر معتبر شہادتوں
سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ ایک راجہ کا عالم فاضل لڑکا تھا۔ اس کے والدین کے حالات نہایت ہی
دلچسپ اور نصیحت آمیز ہیں۔ اس کتاب کو لفظی رنگ آمیزی کی ضرورت نہیں راجوں مہاراجوں کے
فرمان سے اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہونا اور اس کی شاہانہ قدردانی اس کے ہر
دلعزیز اور مفید عام ہونیکی کافی شہادت ہے۔ قیمت ہر دو حصہ مکمل ۱۲ مجلد (۱۴)
نیز اس کا ہندی ترجمہ جو مہاراجہ جموں کے ارشاد سے کیا گیا ہے مستورات کے مطالعہ کیلئے نہایت مفید
ہے قیمت ہر دو حصہ ناگری (۱۲) اور گورمکھی میں حسب ایما سری راجہ صاحب بہادر نابھہ قیمت
ہماری اس جگہ سے اوروں کی سکتے۔ اخبار سماچار: شاہانہ قدردانی کیا جاتا ہے کہ ہندوستان
میں آجکل مصنفوں کی قدردانی نہیں ہوتی اور تصنیف و تالیف مفید کام نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ شکایت
مصنف صاحبان کی ٹھیک ہو لیکن اسمیں کلام نہیں کہ ہمارے ملک کے مصنفوں نے بھی تصنیف
کو کھیل سمجھ رکھا ہے مخرب اخلاق ناولوں نے ملک کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور ناول نویسوں کی
تعداد آج شاہان اودھ کے وقت کے شاعروں سے کہیں زیادہ ہے اس صورت میں ہم کو
یہ سن کر دلی مسرت حاصل ہوئی ہے کہ راجہ راجگان نابھہ نے ٹھاکر سکھیرام داس صاحب
مصنف "ہنومان جی کا جیون چرتر" کو خلعت فاخرہ اس صلہ میں عطا فرمایا ہے کہ ٹھاکر
صاحب موصوف نے ناول ہذا میں کمال جانفشانی و قابلیت سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچایا
کہ ہنومان جی مہاراج بندر نہ تھے۔ بلکہ بانر قوم میں سے تھے۔ مگر عوام
کی غلطی سے بانر کا بندر مشہور ہو گیا۔ یہ تھیوری بالکل قرین قیاس ہے یہ تاریخ ہنود
کے لئے ہر پہلو سے اس قدر قیمتی ہے کہ ہر ایک تعلیم یافتہ ہندو اسے بخوشی تسلیم کر کے
اس تھیوری کے مصنف کو دعاء خیر سے یاد کرے گا۔ حضور راجہ کا دھنباد کرنا چاہیے
جنہوں نے ایسی شاہانہ قدردانی سے ایک مستحق شخص کی عزت افزائی فرمائی ہے۔

(اخبار سماچار مطبوعہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۳ء)

المشتہر: ٹھاکر [illegible] دروازہ

مکمل واقعات مہابھارت کی نسبت دو اخباروں کے ریویو

بھارت ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۴ء مکمل واقعات مہابھارت بطرز ناول ٹھاکر سکھر امداس
[ص]احب ملازم ایلائینس بنک کی تصنیف کردہ ہے۔ اکثر دیگر معزز صاحبان نے بھی مہابھارت کو ناول
کے طور پر لاکر مختلف طرزوں و نرالے ڈھنگوں میں ادا کیا ہے لیکن ٹھاکر سکھر امداس صاحب نے
[ا]ن انمول موتیوں و بے بہا رتنوں سے ایسے نایاب لاثانی و بینظیر ناول کو جرأت کیا ہے کہ جن
[پ]ر انکی کمال چمک نے بکت اب تک کے باعث یا تو دیگر مصنفوں کی نظر ہی قایم نہیں رہ سکتی۔ یا
[انہو]ں نے انکی تلاش کیلئے تکلیف ہی گوارا نہیں کی۔ یا وہاں تک انکے خیال کی رسائی نہیں
[ہو]ئی۔ بھیشم پتامہ جی کی بیش قیمت نصائح اور سری کرشن جی کے لاثانی گیان روحانی زندگی
[ک]ا نظارہ نہایت ہی پاکیزگی صفائی اور عمدگی سے ایک دلچسپ اور دلکش پیرایہ میں ادا کی گئی ہیں
کتاب کیا ہے آرین نیشن کا مکمل ڈراما میدان جنگ کے مکمل سین اور ہر ایک بیان میں
[ا]س قسم کی حیرت انگیز جگر پھاڑنے والی اور درد انگیز ریمارکس پیدا کرنیوالی سینریز ہیں کہ بھائی
[ہ]ے کہ کلیجہ تھرا جاتا ہے۔ جگر کانپ اٹھتا ہے۔ غرضیکہ مصنف نے اس کتاب میں آرین نیشن کا
[ا]ستقلال راجپوتوں کی بہادریوں اہل ہند کی ہنروں شیوں کو نرالے ڈھنگ سے دکھلاتے ہوئے
[ا]س انداز سے آخری ڈراپ چھتری کا گرایا ہے کہ اگر انشا پردازی کے دلدادہ زبان کی قدر
[د]ان قوم کے جان نثار ایک دفعہ بھی مقابلہ کر لیویں۔ تو خواب میں ہندو تہذیب کا ایک
[ز]مانہ اور جہالت و رعیانہ حالت کا سچا افسانہ آنکھوں کے آگے ملتے ہیں ترشول مار اور
[پو]لیٹیکل نظارہ اگر دیکھنا ہو۔ تو اس ناول کو ملاحظہ فرمالیجیئے۔ کاغذ چھپائی عمدہ

پیسہ اخبار لاہور ۲ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء مکمل واقعات مہابھارت بطرز ناول ٹھاکر
سکھر امداس صاحب جوہان نے بطرز ناول اس مہابھارت کو مرتب کیا ہے۔ ہر چند اس قصہ کو بڑے
بڑے کامل لوگ لکھ چکے ہیں۔ لیکن اردو میں ناول کے طرز پر یہ کتاب بھی ہندو اور مسلمان سب کے
پڑھنے اور دلچسپی حاصل کرنیکے قابل ہے۔ ہندی کے مذہبی الفاظ خواہ مخواہ داخل نہیں کئے گئے
ہندو صاحبان کو ایسے اردو کی نمونہ کا اپنی تصنیفات میں خیال رکھنا چاہیئے قصہ خوب دلچسپ ہے۔"

ضروری اطلاع

چونکہ عنقریب ہی اس راج رشی بال برہمچاری بھیشم تپانیدھا کے جیون چرتر کا ہندی بھاشا میں ترجمہ کرا کر نذر ناظرین کیا جاوے گا۔ اسلئے اُمید ہے۔ کہ کوئی صاحب اس کے ترجمہ کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ ورنہ ہرجانہ کے ذمہ وار ہوں گے ؛

(ٹھاکر سکھرام داس مصنّف)